ماہنامہ
المرشد

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللّٰهِ حَتَّى يَقُولُوا مَجْنُونٌ

(رواہ احمد و ابو یعلیٰ و ابن حبان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں کہ دیوانہ ہو گیا ہے

ربیع الثانی 1436ھ

فروری 2015ء

ایمان بالغیب تب راسخ ہوتا ہے جب قلب کو کوئی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نصیب ہو جائے۔ الشیخ مولانا محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ

تصوف

تصوف کیا ہے؟

تصوف زندگی کے سفر کو حقیقی کامیابی سے ہمکنار کرنے کا فطری اور آسان ذریعہ ہے۔ روحِ انسانی وجودِ انسانی کی سواری پر اس عالمِ آب وگل میں سفر کرتی ہے۔ دُنیا انتہائی خوبصورت، دلفریب اور حسین ہے۔ مادّی حواس سے محسوس کی جاتی ہے۔ دُنیا کی لذتیں محسوس کرنا اور اس کی طلب کرنا نفسِ انسانی کا کام ہے جو مادّہ ہے۔ روح سوار ہے، اگر سوار غافل ہو جائے تو سواری بے لگام ہو جاتی ہے، اور بے لگام سواری وہاں جاتی ہے جہاں جانا چاہتی ہے، وہاں نہیں جاتی جہاں سوار کی منشا ہوتی ہے۔ دُنیا میں زندگی کا سفر خوشگوار تب ہی ہو سکتا ہے اگر منزل کی طرف ہو، سوار بھی بیدار ہو، راستے کی گھاٹیاں، گڑھے اور ناہمواریوں سے واقف ہو۔ اس سفر میں ایک راہبر میسّر آ جائے تو نہ صرف خود منزل سے آشنا ہو بلکہ سوار کو تمام مراحلِ سفر میں بیدار بھی رکھے، ہوشیار بھی رکھے، سفر پر گامزن بھی رکھے اور پُر خطر مقامات سے بچا کر منزل سے واصل کر دے۔ انسانی روح کے سفر میں یہ راہبر ہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جنہوں نے دشمنوں کو گرمجوش دوست بنا دیا۔ سوار کو اتنا بیدار کر دیا کہ سواری کی حیثیت فنا ہو گئی۔ وجود بھی منور ہو گیا۔ چونکہ قیامت تک ہر آنے والے سوار کو یہ نور، یہ بیداری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے ہی ملنی ہے، لہٰذا ہر دور میں آپؐ کے حقیقی متبعین اس راہبری کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں، آج بھی دے رہے ہیں اور ان شاء اللہ دیتے رہیں گے۔ ان متبعین کو مشائخ کہا جاتا ہے اور روح کی بیداری اور منزل کی جانب سفر کو تصوف کہا جاتا ہے۔ اگر یہ اہتمام نہ کیا جائے تو نفس منہ زور گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑتا ہے اور خواہشات کے بیابانوں میں سوار کو بھگاتے بھگاتے ضائع کر دیتا ہے۔ یوں عمرِ عزیز منزل سے دُور ویرانوں میں ضائع ہو جاتی ہے۔ شیخِ کامل کی تلاش ہماری بنیادی ضرورت ہے اگر ہمیں منزلِ مقصود پر پہنچنے کی اہمیت کا احساس ہو!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فروری 2015ء، ربیع الثانی/1436ھ

جلد نمبر 36
شمارہ نمبر 06

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن مینیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرقی وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
انسان کی پیدائش کا مقصد	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	17
اکرم التفاسیر	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	20
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	30
بشارت نبوی سے متعلق ایک گراہی کارڈ	مولانا رشید احمد فریدی	35
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	41
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	46
مسائل جمیلہ	ضمیرا اعوان (uk)	47
طب (سیب)	حکیم عبدالماجد اعوان	51
Question and Answers Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	52
A LIFE ETERNAL CH:23	Abul Ahmadain Translated: Naseem Mailk	57

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
Ph: 042-35180381
Mob:0303-4409395, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع
◯ یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org
Ph:0543-562200, Fax:0543-562198 Email:darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

اصُولِ تجویز اور اصُولِ تفویض

یعنی تجویز کرنا چھوڑو، طریقِ تفویض اختیار کرو۔ وہ یہ کہ سب سے پہلے تو خلافِ شرع اور ممنوعہ امور سے رُک جاؤ۔ بہت بڑی مصیبت سَر سے ٹل جائے گی پھر جو کام مباح ہیں اُن میں اپنی کوشش تو ضرور کرو۔ اور امکانی حد تک محنت کرو مگر نتائج کی اُمید اللہ سے رکھو، محنت بھی کرو اور دعا بھی۔ مگر نہ محنت پر یہ حکم لگا دو کہ اس کا نتیجہ یقیناً ہوگا جو میں چاہتا ہوں کہ یہ تمہارے بس میں نہیں اور نہ صرف محنت پہ بس کرو بلکہ دعا بھی کرو اور دُعا کو بھی درخواست جانو حکم نہ سمجھو کہ اللہ پر نافذ ہو جائے گا۔ اب اگر نتیجہ دُنیا میں بھی تمہاری اُمید کے مطابق نکلا تو کیا کہنے کہ ثواب آخرت بھی ملا بوجہ اتباع شریعت کے اور اللہ سے شرفِ ہمکلامی بذریعہ دُعا نصیب ہوا اور دل کی مُراد بھی بر آئی لیکن اگر نتیجہ دُنیا میں تمہاری اُمید کے برعکس آیا تو پہلے دو لطف تو مل ہی گئے جو اصل مقصود ہیں اور کیا خبر کہ تمہاری توقع اور خواہش کے مقابلے میں اس سے بہتر متبادل چیز بخش دے اور یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔

یہ طریقہ دُنیا میں بھی لذّت و اکرام حاصل کرنے کا ہے نہ چوری، نہ رشوت، نہ کتمانِ حق یہ راستہ مصائب کو تجھ سے دور کرے گا یہ نسخہ ذرا مشکل ہے بلکہ بہت مشکل ہے اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ (البقرہ:45) یہ بہت مشکل کام ہے۔ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ:46-45) مگر اُن لوگوں کے لئے مشکل نہیں جن کے قلوب میں خشوع موجود ہے کہ خشوع فعل ہی قلب کا ہے اور یہ اس کیفیت کا نام ہے جو عظمتِ باری اور ہیبتِ الٰہی کے سامنے اپنی بے مائیگی اور بے بسی کا اندازہ کر کے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کی وہ عظمت کہ ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق اور پروردگار ہے پھر اس وسیع کائنات میں خود یہ زمین ایک ذرّہ ہے اس پر نہ جانے کس قدر اقسام ذوی الارواح کی ہیں جن میں سے پُوری انسانیت ایک اکائی کا درجہ رکھتی ہے اس اکائی میں ایک آدمی کیا ہے ذرا اعشاریہ لگا کر صفر لگانا شروع کر دیں، دیکھیں زندگی میں ایک لکھنے کی نوبت آتی ہے یا پوری زندگی صفر صفر لکھتے ہی تمام ہوتی ہے۔

اس طرح عظمتِ باری کا شعور جو ایک کیفیت ہے اور قلب پر وارد ہوتی ہے اسی کو خشوع کا نام دیا گیا ہے اور یہ قلب ہی جو یقین عطا کرتا ہے کہ مجھے اپنے پروردگار سے ملنا ہے اگر یہ ملاقات اور لوٹ کر جانا نہ ہوتا تو پوری تخلیق ہی عبث ہوتی کہ بے نتیجہ کام عبث ہوا کرتا ہے اور فضول کام کرنے والے کو ربّ نہیں کہا جاتا۔

اداریہ

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ (البقرة:179)

اے صاحب خرد لوگو، تمہارے لیے (قانون) قصاص میں حیات ہے۔

قرآنِ کریم، کلام ذات باری تعالیٰ ہے اور جب خالقِ باری تعالیٰ کوئی قانون اپنی مخلوق کے لیے مقرر فرماتے ہیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اُس سے ہٹ کر بہتر نتائج مرتب ہوں۔

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور جب وطنِ عزیز پاکستان کا نام لیا جاتا ہے تو وہ نعرہ جو اس کی تخلیق کا سبب بنا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ از خود ذہن میں آجاتا ہے لیکن جب آج کے حالات کو دیکھیں تو یہ بے انصافی، دہشت گردی، معاشرتی بے راہ روی، مزاجوں میں تختی اور جانے کون کون سی خرابیاں اور خرافات اپنے معاشرے میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جو اعمال ہم اختیار کیے ہوئے ہیں وہ بلاشبہ ضد ہیں احکام باری تعالیٰ کی، مخالفت ہیں ارشاداتِ محمد رسول اللہ ﷺ کی۔

معلوم دنیا میں جہالت کی انتہا دیکھنا ہو تو نبی کریم کی بعثتِ عالی سے پہلے کا مطالعہ کریں اور پھر آج سے معلوم دنیا کی تاریخ تک انسانی عظمتوں کا محور، کوئی وقت دیکھنا چاہیں تو وہ نبی کریم کا زمانہ مبارک ہے۔

ایک ایسا معاشرہ کہ جس میں اولاد کو زندہ درگور کیا جاتا ہو، مال مویشی کے پہلے پانی پلانے کی ضد میں گردنیں اڑادی جاتی ہوں، والد کی بیویاں اولاد میں وراثتاً تقسیم ہوتی ہوں تو وہ کیا وجوہات تھیں کہ اُسی معاشرے نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہی لوگ اکھڑتی سانسوں میں، خشک حلق میں شہادت پاگئے مگر میسر پانی کا گھونٹ اپنے بھائی کی طرف بھجوا دیا؟ وہ کیا اسباب ہیں کہ کہیں غیر مسلم کو بھی انصاف نصیب ہوا تو ان ہی ہاتھوں سے ہوا جو اولاد کو زندہ درگور کرتے تھے؟ جب اس تحقیق کو چلیں گے تو فقط ایک نقطہ ملے گا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب:71)

اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرے گا سو یقیناً وہ بہت بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

یہ ہو نہیں سکتا کہ خالق کے مقابلے میں مخلوق کوئی قانون ترتیب دے تو وہ حتمی ہو۔ اُس میں ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہیں گی، اس میں ہمیشہ تبدیلی کی ضرورت رہے گی۔ نہ تبدیل ہونے کا اعجاز فقط قوانین رب العالمین کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 1973ء کا قانون کہ جس میں سپریم لاء تو قرآن و سنت کو لکھا گیا مگر باقی سارا قانون تمام مذہبی اور سیاسی پارٹیوں کے اتفاق سے طے پایا اور کیسی حیران کن بات ہے کہ وہ قانون، جس پہ پوری قوم کے سربراہان کا اتفاق ہوا اُسی میں ترامیم کرتے کرتے آج ہم 21 ویں ترمیم تک آ پہنچے ہیں۔ یہ بھی اسی بات کا ثبوت ہے کہ مخلوق کے وضع کردہ قوانین حتمی ہو نہیں سکتے۔

پاکستان وہ ملک ہے کہ جس کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کے دشمن موجود تھے۔ ہماری نالائقیاں، بے اتفاقیاں اور ہمارے لالچ ان دشمنوں کی وطنِ عزیز پہ لگائی گئی ایک ایک ضرب کو مزید تقویت دیتی ہیں۔ موجودہ حالات کسی ہم وطن کو بتانے یا سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر ایک بخوبی واقف ہے کیونکہ وہ خود حالات کے اس بھنور کا شکار ہے۔

ہم مسلمان ہیں، یہ وطن ہمارا ہے، اس وطن کا ایک ایک ادارہ ہمارا ہے، اس وطن کا ایک ایک باسی بلاتفریق ہمارا ہے، ہماری ذمہ داری ہے۔ معاشرے حقوق و فرائض کی باہم تقسیم پہ کامیاب ہوتے ہیں جبکہ ہم میں سے ہر ایک اپنے فرائض کو چھوڑ کر حقوق کے حصول پہ گامزن ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (مسند احمد)

میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ محاسنِ اخلاق کو ان کے انتہائی کمال تک پہنچادوں۔

ابتدأ میں تحریر کی گئی آیہ کریم ہمیں قومی حیات کا راز بتاتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ عدل بھی ہو اور وقت پر ہو۔ آج اگر ہمیں فوری انصاف کے لیے فوجی عدالتوں کی ضرورت پیش آئی ہے تو بجا مگر نظامِ عدل کو بہتر اور منصفانہ شکل میں لانے کے لیے جو اقدامات ضروری ہیں انہیں بھی عمل میں لایا جائے۔

دشمن قوتیں نہ صرف اندرونی خلفشار پیدا کر رہی ہیں بلکہ وطنِ عزیز کی ہر سرحد پر غیر معمولی حالات پیدا کیے جارہے ہیں۔ اللہ پاک ہم میں سے ہر ایک کو اس کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے محافظوں کی قربانیاں قبول فرمائے۔ آمین۔

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر		نشانِ منزل
متاعِ فقیر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدہ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کیسے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضانِ نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔"

نعت

تم ہو آقا، مرے مولاؑ! تم ہو
مرض عشق کی دوا تم ہو

کس کو یارا کرے یہ وصف بیاں
تم ہو، تم، رحمتِ خدا تم ہو

آئے ہو بن کے رحمتِ عالم
اپنے اللہ کی عطا تم ہو

تم خزانے لٹاتے ہو ربّ کے
شک نہیں مصدرِ سخا تم ہو

جان بھی، اور جانِ جاناں بھی
رگِ جاں میں بھی ہر جگہ تم ہو

تم سے جنت بھی نورِ آگیں ہے
بزمِ فردوس کی ضیا تم ہو

میں خطاکار ہوں کہاں جاؤں
روزِ محشر مری دوا تم ہو

تم ہو اللہ کے رسولؐ آخر
علم انسان سے ورا تم ہو

مانتا تو خدا بھی ہے عظمت
تم کہاں پر ہو اور کیا تم ہو؟

حمد و نعت سے ماخوذ

اقوالِ شیخ

1۔ جھگڑنے سے مزید فساد بڑھتا ہے، تکلیفیں اور کوفت بڑھتی ہے، مثبت تبدیلی نہیں آتی۔ جھگڑا ختم کرنا ہے تو اپنی اصلاح کرلیں۔ اللہ دوسروں کی اصلاح بھی کردے گا۔

2۔ دردِ دل نایاب دولت ہے۔ ہر عہد، ہر دور میں کمیاب رہی ہے لیکن نایاب نہیں۔ یہ ہر عہد کی ضرورت ہے۔ برکاتِ رسول اللہ ﷺ قیامت تک جاری وساری رہیں گی، ابدالآباد رہیں گی۔

3۔ نیکی تب ہی نیکی قرار پاتی ہے جب وہ قبول ہوجائے اور قبولیت کی ہمارے پاس کوئی سند نہیں۔ ہاں! نیکی کا حاصل ہے بندے کے ساتھ اس کے مالک کا تعلق۔ اگر وہ تعلق ہے تو بندہ کامیاب ہے۔

4۔ خشیّت دل کا فعل ہے، اس کا اظہار کردار و عمل سے ہوتا ہے۔

5۔ ایمان پر استقامت نصیب ہو تو یہ توفیق نصیب ہوتی ہے کہ بندہ برائی کے جواب میں بھلائی کرتا ہے۔

6۔ شرعی اعتبار سے دیکھا جائے تو نیکی کے لیے یہ مطالبہ بھی نہیں کہ آپ اپنے شرعی حقوق چھوڑ دیں، بات لینے کے انداز کی ہے۔

7۔ مخلوق میں کوئی اس قابل نہیں کہ اس کے کمال کو دیکھ کر اس کی عبادت شروع کردی جائے۔

8۔ ذکرِ قلبی سے کیا ہوتا ہے؟ بندہ دولتِ دُنیا پہ، شہرتِ دُنیا پہ نہیں بکتا، اللہ کی بارگاہ میں بکتا ہے، حضورِ اکرم ﷺ کی اِک نگاہِ کرم پہ بکتا ہے۔

9۔ ذکرِ الٰہی سے مراد اپنی بڑائی نہیں، کرامات کا حصول نہیں، مستجاب الدعوات کی بات نہیں۔ ذکرِ الٰہی سے مراد صرف رضائے الٰہی ہے کہ اللہ کریم راضی ہوجائیں۔

10۔ دُنیا کی نعمتیں باد وباراں سے، سورج کی گردش سے پیدا ہوتی ہیں، روح کی نعمتیں انواراتِ انبیاءؑ سے پیدا ہوتی ہیں، قرآن حکیم کی آیات سے پیدا ہوتی ہیں۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے اور اک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح **تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ** کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ماہانہ اجتماع

2 نومبر 2014ء

انسان کی پیدائش کا مقصد

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِیْ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَ لَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَ لَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ

(الاعراف:178-179)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِیْ (الاعراف:178) اللہ کریم جسے ہدایت فرماتے ہیں وہی ہدایت یافتہ ہے۔ وَ مَنْ یُّضْلِلْ (الاعراف: 178) جسے گمراہ کر دیں۔ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (الاعراف:178) تو وہ لوگ بہت بڑے نقصان میں ہیں۔ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (الاعراف:179) اور بے شک بہت سے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے ایسے ہیں جو لگتا ہے جہنم ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں، ان کا کردار ایسا ہو گیا ہے کہ انہوں نے جہنم ہی کو اپنی منزل بنا لیا ہے حالانکہ اللہ نے ان کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ لَھُمْ قُلُوْبٌ (الاعراف:179) اللہ نے تو انہیں قلوب عطا فرمائے تھے، دل دیئے تھے لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا (الاعراف: 179) انہوں نے دلوں کا استعمال ہی نہیں کیا، دل سے بات کو سمجھا ہی نہیں، تفقہ ہوتا ہے کسی چیز کے نفع اور نقصان کو جائز و ناجائز کو سمجھ لینا، اسی لیے شریعت کے احکام کو فقہ کہتے ہیں۔ فرمایا ہم نے انہیں دل دیئے تھے لیکن انہوں نے دلوں سے بات کو سمجھا ہی نہیں وَ لَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا (الاعراف:179) ہم نے انہیں آنکھیں دی تھیں انہوں نے ان کا صحیح استعمال نہیں کیا۔ آنکھوں سے دیکھا کچھ نہیں۔ وَ لَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا (الاعراف:179) دیکھ کر عبرت نہیں پکڑ سکتے تھے تو کسی سے سن کر بات کو سمجھ لیتے، قوت سماعت تو دی تھی کان تو دیئے تھے کسی کی بات پر غور کرتے، توجہ کرتے، کسی سے سن لیتے لَا یَسْمَعُوْنَ بِھَا (الاعراف:179) لیکن انہوں نے سننے کا تکلف بھی نہیں کیا تو جب نہ دل سے پرکھا، نہ آنکھ سے تجزیہ کیا، نہ سن کر بات کو سمجھا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ (الاعراف: 179) پھر تو چار پایوں کی طرح ہیں کہ پیدا ہوئے کھاتے رہے، اولاد پیدا کی، وقت گزارا، مر گئے۔ یہ انسانی زندگی نہیں ہے جانوروں کی زندگی ہے چار پایوں کی زندگی ہے۔ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (الاعراف: 179) بلکہ یہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ جانوروں کو تو اللہ نے پیدا ہی جانور کیا انہیں انسانی استعداد تو نہیں دی اگر انہوں نے جانوروں والی زندگی بسر کی تو اللہ نے انہیں پیدا ہی جانور کیا۔ اور ان کی زندگی کا مقصد تو انسان کی خدمت تھی کسی نہ کسی صورت وہ کر گئے۔ یہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہاں اللہ کریم انسانی فکر کو متوجہ فرما رہے ہیں کہ یہ جان لے کہ ایسے لوگ کون ہیں جو نہ دل کو استعمال کرتے ہیں، نہ کانوں کو استعمال کرتے ہیں، نہ آنکھوں سے استفادہ

کرتے ہیں۔ فرمایا: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (الاعراف: 179) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں میری عظمت کا کوئی خیال نہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں جنہیں عظمتِ الٰہی کا بھی خیال نہیں، اپنے انجام کا بھی کوئی خیال نہیں، جو غافل ہو کر صرف کھانے پینے میں لگے ہوئے ہیں، مال جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، جمع کرتے کرتے مر جائیں گے اور چھوڑ چھاڑ کر چلے جائیں گے۔ قرآن کریم کا یہ اندازِ بیان بہت خوبصورت اور گہرائی اور گیرائی رکھتا ہے۔ ہدایت اللہ کی عطا ہے اور جب ہدایت اللہ نے دینی ہے تو بندے کا کیا قصور۔ اللہ نے ہی ہدایت نہیں دی وہ بیچارہ کیا کرے؟ فرمایا: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (سورۃ التین: 4) اللہ کریم فرماتے ہیں، میری بے پناہ مخلوق ہے آپ گن نہیں سکتے، فرشتے بھی ہیں، جن بھی ہیں، ذرہ ذرہ میری مخلوق ہے۔ کائنات میں بے شمار چیزیں ہیں لیکن انسان کو میں نے ساری مخلوق میں حسین تر پیدا کیا ہے۔ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (سورۃ التین: 4) یعنی بہترین انداز پر بنایا ہے۔ اعضاء و جوارح، چہرہ مہرہ، قد کاٹھ سے لے کر اسے سمع، بصارت، قلب تک عطا فرمایا۔ وہ قلب جو حقائق کا تجزیہ کر سکتا ہے۔ وہ شعور جو چیزوں کی انتہا اور ابتدا کا جائزہ لے سکتا ہے۔ باقی مخلوق میں یہ نہیں ہے۔ انسان واحد مخلوق ہے جسے قلب عطا فرمایا جو عظمتِ الٰہی کا ادراک کر سکتا ہے۔

فرشتے، ملاء الاعلیٰ کے فرشتے، عرشِ عظیم کے فرشتے، ساری کائنات میں کام کرنے والے سارے فرشتے سب حکم کے بندے ہیں۔ جو ارشاد ہوتا ہے تعمیل کرتے ہیں حاکم کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا ان کی جرأت نہیں ہے۔ یہ صرف ایک مخلوق ہے، انسان جو معرفتِ الٰہی کو اپنی استعداد کے مطابق پا لیتا ہے یہ صرف انسان کو عطا ہوا۔ فرمایا، میں نے اسے کائنات کا شعور بھی دیا، اپنی ذات کی معرفت کی استعداد بھی دی اور اسے اسی راستے پہ بٹھا دیا کہ اب فیصلہ تیرا ہے۔ تو مادّی لذات کی طرف جانا چاہتا ہے یا میری ذات کے قریب آنا چاہتا ہے، تیری تمنا کیا ہے؟ بڑی عجیب بات ہے کہ اگر کوئی معرفتِ الٰہی کی طرف جانے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے دُنیا کی لذتوں سے روکا نہیں گیا۔ وہ کمائے، خرچ کرے، کھائے پیئے، اچھا لباس پہنے، اچھا گھر بنائے، اچھی طرح زندگی گزارے لیکن کمانے، خرچ کرنے، برتنے کے اُصول ہیں ان کے مطابق کرے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ادھر آتا ہے تو اُدھر سے محروم کر دیا جاتا۔ فرمایا، نہیں۔ ادھر آؤ گے تو حسبِ استعداد قربِ الٰہی بھی ملے گا، آخرت بھی ملے گی، اللہ کی رضا بھی نصیب ہوگی، اس کی معرفت بھی نصیب ہوگی اور ساتھ دنیا کی ساری نعمتوں سے استفادہ کر سکو گے لیکن اللہ کی بنائی ہوئی حدود کے اندر۔ اور اگر تم فیصلہ کرتے ہو کہ مجھے صرف دنیا ہی چاہیے کہ دُنیا بڑی مزیدار لگ رہی ہے اور مجھے پروا نہیں کہ اللہ کا حکم کیا ہے تو پھر صرف دُنیا کی لذتیں ملیں گی، معرفتِ الٰہی نہیں ہوگی۔ یہ بڑی خوبصورت بات ہے کہ اگر معرفتِ الٰہی کا ارادہ کرتے ہو تو دُنیا خود بخود کھنچی چلی آتی ہے، دُنیا کی کسی لذت سے محروم نہیں ہو گے۔ انبیاء علیہم السلام نے شادیاں کیں، اولادیں ہوئیں، گھروں میں رہے، کھایا پیا، لباس استعمال فرمایا، دُنیا کی چیزوں کو استعمال فرمایا۔ صحابہ کرامؓ، اہل اللہ جتنے لوگوں نے اللہ کی رضا کو پسند کیا اور اس کی طرف جانے کی کوشش کی دُنیا ان کے قدموں میں لوٹتی رہی۔ انہوں نے اسے برتا، اس میں کھو نہیں گئے۔ اہل اللہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ضرورت پوری کرتے ہیں اس میں محو نہیں ہو جاتے۔ جس طرح کشتی دریا کے اندر ہوتی ہے لیکن دریا کا پانی کشتی کے اندر نہیں ہوتا۔ دُنیا میں رہتے ہیں جس طرح کشتی دریا میں رہتی ہے اور جو لوگ معرفتِ الٰہی چھوڑ کر دُنیا ہی کو پسند کر لیتے ہیں اس میں دریا کا پانی کشتی میں چلا جاتا ہے جس کشتی میں پانی بھر جاتا ہے وہ ڈوب جاتی ہے تو یہ فیصلہ انسان کا ہے۔ فرمایا، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 69) جو لوگ یہ طے کر لیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں فِيْنَا ... میری ذات کے لیے، میرا قرب پانے کے لیے، میری رضا کے لیے، میری معرفت کے لیے، ان پر ہم راہیں کھول دیتے ہیں، ان کی ہم دستگیری فرماتے ہیں۔ جو یہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ ساری کائنات، ساری نعمتیں، لذتیں، یہ اولاد، گھر بار، گاڑیاں، مکان، شان و شوکت، یہ کہاں سے آ گیا،

میں کون ہوں، میں کہاں سے آ گیا؟ کیا میں کسی ایک درخت یا پودے کی طرح ہوں کہ پیدا ہوا، بوڑھا ہوا، کاٹ کر جلا دیا یا فرنیچر بنا دیا یا میرا کوئی مصرف ہے؟ مجھے دل دیا گیا ہے آخر میرے پاس سمع و بصارت ہے، میں بولتا ہوں، سنتا ہوں، سمجھتا ہوں تو کیا یہ ساری چیزیں صرف دُنیا کے لیے ہیں یا اور کوئی اس سے اعلیٰ وارفع مقصد بھی ہے؟ تو جو یہ فیصلہ کرتا ہے ہم اس کے لیے اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 69) ایک راہ نہیں متعدد راہیں کھول دیتے ہیں، آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ مفسرین کرام اس آیت کے تحت واضح کرتے ہیں کہ کس طرح راہیں کھلتی ہیں۔ فرمایا، جس بندے کا دل سے، تہہ دل سے یہ فیصلہ ہو کہ قربِ الٰہی چاہیے اللہ کریم اسے ایسے بندوں میں پہنچا دیتے ہیں جو اس کی راہنمائی کا سبب بن جاتے ہیں اور وہ اپنی منزل پا لیتے ہیں لیکن اگر کوئی ہدایت کی طرف نہیں آتا اللہ کریم اسے ایک وقت تک توبہ کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر مسلسل دور ہی ہوتا چلا جاتا ہے تو ایک لمحہ آتا ہے جب اس کے لیے گمراہی کا راستہ کھول دیا جاتا ہے، ہدایت کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ فرمایا، جس کے لیے یہ فیصلہ ہو گیا اس فیصلے کا سبب اس کا اپنا کردار، اس کا اپنا انتخاب ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بہت گھاٹے میں رہے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (الاعراف: 178) سب کچھ ضائع کر دیا۔ ایسے لوگوں کا تو یہ حال ہے گویا پیدا ہی انہیں جہنم کے لیے کیا گیا یعنی ساری زندگی اسی طرح گزارتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جنت جانا بڑا مشکل ہے، جنت کے راستے میں بڑی تکلیفیں ہیں، جنت کو پانا بڑا مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنت جانا آسان ہے اور دوزخ جانا مشکل ہے۔ جہنم جانے لیے مشکلات اُٹھانا پڑتی ہیں۔ مشکل ترین راستہ جہنم کا ہے۔ ہر برائی مشکل ہے، ہر برائی کا ردِّعمل معاشرے میں بھی آتا ہے، پولیس بھی پکڑتی ہے، ماحول بھی سزا دیتا ہے، گرد و نواح کے لوگ بھی ملامت کرتے ہیں۔ ہر نیکی، ہر اچھائی آسان ہے، جنت جانا آسان ترین ہے۔ خوبصورت زندگی، خوبصورت کردار، خوبصورت نظریات، آرام و سکون سے بھری حیات۔ دوزخ جانے کے لیے کڑھتے رہو، جلتے رہو، مارتے رہو، مرتے رہو، لوٹتے رہو، لٹتے رہو کہیں آسانی کا نام نہیں ہے اور ساری مصیبتیں جھیل کر جہنم میں جا گرو۔

فرمایا، کچھ جنات اور کچھ انسان ایسے ہیں کہ ان کی زندگیاں دیکھیں تو پتا چلتا ہے گویا پیدا ہی دوزخ کے لیے ہوئے ہیں، حالانکہ اللہ نے انہیں ایسا پیدا نہیں کیا تھا، لَهُمْ قُلُوْبٌ (الاعراف: 179) ان کو قلوب عطا فرمائے کہ ان کے سینوں میں دل تھے۔ ساڑھے چودہ سو سال تو سائنس اس بات پہ اڑی رہی کہ دل تو ایک پمپنگ مشین ہے۔ جسم میں خون کو پہنچانے کا کام کرتی ہے۔ دل خون کو جسم میں گردش میں رکھتا ہے، آج کی جدید سائنس ساڑھے چودہ سو سال کے بعد اس بات کی ابتدا میں پہنچی جس کی تفصیل محمد رسول اللہ ﷺ نے اور اللہ کے قرآن نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتا دی تھی۔ آج سائنس ابتدا میں پہنچی تو کہتی ہے دل سوچتا بھی ہے، دل سمجھتا بھی ہے اور دل ہی فیصلے بھی کرتا ہے۔ میرے خیال میں سائنسی تحقیقات میں بھی سائنسدانوں نے بڑی دیر لگا دی۔ یہ تو بڑی سادہ سی بات تھی کہ دل، بدن پر حاکم ہے۔ اللہ نے اس میں یہ صفت ودیعت کی ہے۔ عام مشاہدہ ہے آپ کسی جواری سے پوچھیں جو جوا کھیل کر مکان بھی ہار جاتے ہیں مال و دولت تو ایک طرف وہ بیویاں، بیٹیاں ہار آتے ہیں۔ اس سے پوچھیں جوا کیوں کھیلتے ہو، کیا یہ اچھا کام ہے؟ کہتا ہے بہت بُرا کام ہے، اس نے مجھے تباہ کر دیا۔ یہ اس کے دماغ کی رائے ہے، اس میں بھی عقل ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس میں میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔ پھر کرتے کیوں ہو؟ کہتا ہے میرا دل چاہتا ہے۔ سادہ سی بات ہے؟ اس کا مطلب ہے فیصلے دل کے لاگو ہوتے ہیں، عقل اسے سمجھا رہی ہے۔ اسی طرح کسی شرابی سے پوچھیں، وہ کہے گا، شراب پینا بُری بات ہے، پیسہ بھی ضائع ہوتا ہے، عقل بھی زائل ہو جاتی ہے، وقت بھی ضائع ہوتا ہے تو پھر پیتے کیوں ہو؟ کہتا ہے، دل چاہتا ہے۔

سادہ سا کلیہ تھا، عام انسانی زندگی سے اخذ کیا جا سکتا تھا کہ فیصلے دل کرتا ہے، دماغ کے فیصلے دل رد کر سکتا ہے، دل کا فیصلہ دماغ رد نہیں کرتا۔ کیا دل محض کھانے پینے کے یا دنیوی مفادات کے فیصلے ہی کرتا ہے؟ نہیں۔ فرمایا، ایسا نہیں ہے۔ دل میں ایک لطیفۂ ربانی ہے جو عالمِ

امر سے ہے۔ جس طرح بدن کا دل ہے اسی طرح روح کا بھی دل ہے۔ جس طرح روح کو آپ تلاش نہیں کر سکتے کہ بدن کے کس کونے میں ہے، سارے بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے اسی طرح سارے قلب میں وہ لطیفۂ ربّانی بھی ہے جو روح کا دل کہلاتا ہے۔ عقل مادّی چیزوں کو دیکھتی ہے، تجزیہ کرتی ہے، اپنے آرام، اپنی خواہش، اپنی سہولت کی تکمیل کے لیے انہیں جمع کرنا چاہتی ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے شریعت میں وہی احکام ہیں جن کو اللہ نے انسان کی فطرت بنا دیا۔ کوئی برائی کرنے والا برائی کو بُرا ہی کہتا ہے، اسے اچھا نہیں کہتا۔ ساری عمر وہی برائی کرتا ہے تو بُرا کیوں کہتا ہے؟ اس لیے کہ اس کی فطرت میں بُرے کام کی برائی کا احساس سمو دیا گیا ہے۔ برائی جو ہے وہ بُری ہے اسے بُرا سمجھنا یہ اس کی فطرت ہے۔ جو شیطان کو سجدے کرتے ہیں، اس کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ تو ایسا کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کو کیا ہوا جو شیطان کی پوجا تو نہیں کرتے لیکن اس کی باتیں مانتے ہیں، اچھے بھلے مسلمان ہیں لیکن اپنی زندگی میں زیادہ باتیں اس کی مانتے ہیں۔ مسلمان کافر سارے شیطان کو بُرا کہتے ہیں۔ کمال ہے جب اس کی بات بھی سُن رہے ہو، اس کی اتباع بھی کر رہے ہو، پھر اسے بُرا کیوں کہتے ہو؟ یہ فطرت انسان ہے۔ یہ فطرتِ انسانی کا فیصلہ ہے کہ یہ بُرا ہے۔

فرمایا، ہم نے انہیں پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا تھا، ہم نے تو انہیں وہ دل دیا تھا، وہ قلب دیا تھا جس سے وہ اللہ کی پہچان پا سکتے تھے، درست فیصلے کر سکتے تھے۔ یہ قلب کے فیصلے پہ رہتے تو قلب ان چیزوں کو چُنتا جو اس کی روحانی زندگی کو قوت دیتیں۔ علماء کے نزدیک حقیقی انسان روح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب مطلق 'الانسان' کسی عبادت میں آئے گا تو اس سے مراد روح ہوگی۔ محض بدن انسان نہیں ہے روح اور بدن مل کر انسان کہلاتے ہیں جب روح الگ ہو جاتی ہے تو اسے میت کہتے ہیں، روح موجود ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ میرے والد صاحب ہیں، یہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا بھائی ہے، یہ میری والدہ ہے۔ روح الگ ہو جائے تو کوئی یہ نہیں کہتا ہے یہ میرے ابا جی ہیں یا والدہ ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ میت کو اُٹھاؤ، میت کو غسل دو، میت کو دفن کرو۔ اب وہ میت ہو گیا۔ کیا وہ بھائی نہیں تھا، بیٹا نہیں تھا، ماں نہیں تھی، بیوی نہیں تھی، یہ سارے رشتے تب تھے جب اس میں روح تھی جب روح الگ ہو گئی تو مٹی کا ڈھیر رہ گیا اب اسے ابا کون کہے گا؟ تو علماء فرماتے ہیں کہ "الانسان" سے مراد روح ہوتی ہے۔ اصل حقیقی انسان روح ہے۔ بدن عالمِ آب و گل میں رہنے کے لیے اس کی سواری ہے یا آلہ ہے یا وہ ہتھیار ہے جس سے وہ دُنیا کی چیزوں کو استعمال کرتا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس آلے کو ٹھیک رکھا جائے، قابلِ استعمال رکھا جائے۔ قابلِ استعمال رہنے کے لیے اس کو غذا کی ضرورت ہے دوا کی ضرورت بھی ہے۔ علاج معالجہ بھی ہوتا ہے اور اسے مسلسل غذا بھی ملتی ہے کہ یہ قابلِ استعمال رہے، اس لیے صحت مند رہنا بجائے خود عبادت ہے۔ ورزش کرنا، Excercise کرنا، مضرِ صحت چیزوں سے بچنا، یہ بجائے خود عبادت ہے کہ بدن کو صحیح رکھا جائے، صاف ستھرا رکھا جائے لیکن آلے کو درست کرتے رہیں اور جس نے وہ آلہ استعمال کرنا ہے وہ چارپائی پر پڑا رہے تو آلے کا کیا فائدہ؟ اس کا مطلب ہے کہ روح اس سے زیادہ مضبوط ہونی چاہیے۔ روح کی صفائی ستھرائی، دوا غذا کا اہتمام بدن کی نسبت زیادہ کیا جائے۔ روح کی حیات چونکہ قربِ الٰہی پر ہے تو اس اُمت پر جسے خیرِ اُمت کہا ہے تمام اُمتوں سے بہترین کہا ہے، اس پر تو اللہ کی نوازشیں بے انتہا ہیں۔ روح کی حیات قربِ الٰہی میں ہے، عبادت الٰہی میں ہے، اتباعِ شریعت میں ہے تو دیکھو پانچ نمازیں فرض کر کے اسے جو روح کی حیات کا سبب ہے لازمی قرار دے دیا کہ دن میں پانچ مرتبہ بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو کر روح کی حیات، تجلیات و برکاتِ الٰہی حاصل کریں اور اس پہ compulsion لگا دی، مجبور کر دیا کہ تمہیں یہ کرنا ہے چاہو نہ چاہو یہ کرنا ہی کرنا ہے۔ سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کر دیئے۔ روزے کا فلسفہ کیا ہے؟ یہی کہ خواہشاتِ بدن کو پیچھے لے جاؤ اور روح کی بالیدگی کو مقدم رکھو۔ کھانا پینا، بدن کی ضرورت منقطع کر دو۔ ایک وقت سے دوسرے وقت تک کے لیے رزق حلال ہے، گھر ہے، جائز ہے، فرمایا نہیں روک دو۔ عبادت میں زیادتی کر دو، روح کی غذا بڑھا دو، بدن کی روک دو۔ روزے کا فلسفہ یہ ہے کہ بندہ

سمجھ سکے کہ اوّلیت روح اور اس کی حیات و بقا کو ہے اور ثانوی درجے میں اس کی ضرورت کے لیے بدن کو زندہ رکھنا ہے یہ اہتمام تو اللہ نے حکماً نافذ کر دیئے اور اگر ہم ان احکام کو بھی چھوڑ کر بھاگ جائیں، نماز بھی ادا نہ کریں، روزہ بھی نہ رکھیں تو پھر یہ تو ہمارا فیصلہ ہے ناں! فرمایا ہم نے تو انہیں قلوب عطا کیے تھے اب ان کا کام یہ تھا کہ سب سے پہلے یہ چیزوں کو قلب کی کسوٹی پر پرکھتے۔ اگر قلب سے نہ جانچا جائے اور محض حسیات سے جانچا جائے تو حسیات تو مادّی ہیں۔ کان، آنکھ، دل پمپنگ مشین بھی مادّی ہے۔ اس میں جو لطیفہ قلب ہے وہ لطیفہ رُبانی ہے، وہ جو فیصلے کرتا ہے وہ صحیح ہوتے ہیں۔ فرمایا ورنہ یہ کان آنکھ زبان یہ سب تو میں نے جانوروں، چوپایوں کو بھی دیا ہے وہ بھی اپنی پسند کی غذا تلاش کرتے ہیں۔ ایک جانور کے سامنے بھوسہ ڈال دو، دوسری جانب سبز چارہ ڈال دو، وہ سبز چارے پر جائے گا۔ اس میں بھی قوت فیصلہ ہے۔ وہ بھی اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے، وہ بھی بچے پیدا کرتا ہے، عمر گزارتا ہے، مر جاتا ہے اور اگر تم نے بھی کھایا پیا، پیسے جمع کیے، مر گئے تو أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ (الاعراف: 179) یہ جانوروں جیسی زندگی ہے۔ میں نے انہیں احسن تقویم شرف انسانیت پہ فائز کیا تھا یہ وہاں سے گر کر حیوانوں کے درجے پہ آ گئے۔ پیٹ بھرنے اور ہوس کے لیے ساری عمر ضائع ہی کر دی، بھوک بھوک ہی کرتے رہے اور ان کی بھوک نہ مٹی۔ رات ایک ای۔ میل تھی کہ جی ہم بیس بائیس دن ہو گئے ہیں امریکہ پہنچے ہیں۔ ہم بڑے پریشان ہیں ہمارے لیے دُعا کریں۔ میں نے یہی لکھا ہے کہ تم لوگ یہاں ہوتے ہو تو امریکہ تمہیں جنت نظر آتا ہے۔ گھر بیچ کر، زمینیں بیچ کر، منّتیں کر کے، رشوتیں دے کر کوشش کرتے ہو کہ امریکہ جانے کا کوئی سبب ہو جائے۔ بیوی بچے لے کر چلے گئے ہو تو اب وہاں جا کر پھر پریشان ہو۔ پریشان ہی رہنا تھا تو یہاں بیٹھے رہتے۔ پھر امریکہ جانے کا کیا فائدہ؟ میں نے انہیں لکھا ہے کہ بتاؤ تو سہی کہ پھر وہاں جا کر کیوں پریشان ہو؟ جب وطن میں ہوتے ہو تو یہاں کے حالات دیکھ کر وہ دُنیا جنت لگتی ہے۔ سمجھتے ہو کہ امریکہ جنت ہے، وہاں تو موج ہو گی پھر اپنی جنت میں جا کر کیوں پریشان ہو؟ وہاں جانے کا فائدہ کیا ہوا، اس سارے تکلف کا اور سارے سفر کا کیا فائدہ ہوا؟ اب دیکھیئے کیا جواب آتا ہے۔ دراصل دُنیا اور اس کی ہوس پوری نہیں ہوتی، یہ عجیب غار ہے جو کچھ پھینکتے جاؤ غائب ہوتا جاتا ہے۔ ہم نے اسے بھرتے نہیں دیکھا جس کو ملک کی حکومت مل جائے، سلطنت مل جائے، اسے پھر ہوس ہوتی ہے کہ کچھ علاقے اور لپیٹ لوں، کچھ بندے اور مار دوں، کہیں سے دولت اور لوٹ لوں، کسی اور کا گھر اُجاڑ دوں۔ اب اپنے ملک میں دیکھ لیجیے، تیسری تیسری بار جس کو وزارتِ عظمیٰ ملی ہے روزانہ ان کے بھی اشتہار لگے ہوتے ہیں کہ وہاں سے کھا گئے، وہاں سے کھا گئے۔ کوئی اللہ کا خوف کرو! تمہارا پیٹ ہے یا بڑا غار ہے کہ بھرتا ہی نہیں۔ جن کی عمریں گزر گئیں اعلیٰ عہدوں پر بیٹھے ہوئے جس کا نام آتا ہے ساتھ لوٹ مار لکھا ہوتا ہے۔ کوئی خوبی ہم نے تو کبھی پڑھی نہیں، سنی نہیں کہیں تو کوئی معیار ہو۔ کہیں تو یہ غار بھر جائے لیکن نہیں بھرتا۔ اس لیے نہیں بھرتا کہ معاملے کو قلب سے نہیں سمجھا۔ اللہ کریم نے پہلے قلب کی بات کی ہے، زندگی کی بنیاد ہی قلب کی حیات پہ رکھی ہے، کیفیاتِ قلبی پہ رکھی ہے۔ سمع و بصر کی بنیادی اہمیت بھی یہی ہے کہ جو چیز قلب کی حیات کو تقویت دیتی ہے وہ حاصل کی جائے جو نقصان دیتی ہے اس سے بچا جائے تب جا کر بات بنتی ہے وجود مادّی ہے۔ حسیات مادی ہیں اور مادّی دُنیا کی لذات بھی مادّی ہیں۔ مادہ نظر آنے والی چیز ہے۔ اس عالم کو اسی لیے دُنیا کہتے ہیں۔ دُنیا عربی میں قریب ترین چیز کو کہتے ہیں۔ یہ سامنے ہے آخرت کا تعلق ایمان و یقین سے ہے۔ آخرت ہمیں نظر نہیں آتی۔ اللہ کریم کو ہم نے دیکھا نہیں۔ ہم بن دیکھے اللہ پر ایمان لاتے ہیں جیسا کہ فرمانِ باری ہے: يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (البقرہ: 3) ہم غائبانہ مانتے ہیں۔ دیکھ کر کوئی انکار کیا کر سکے گا، سب کو ماننا پڑے گا۔ ہم مانتے ہیں کہ ہمارے محبوب حضرت محمد ﷺ نے ہمیں بتایا کہ اللہ ہے، اللہ ایک ہے، وہ خالق ہے، مالک ہے، واحد ہے، لاشریک ہے۔ اور یہ کہ جنت و دوزخ ہے یہ سب ہمیں حضور ﷺ نے بتایا۔ آخرت، قیامت، حساب کتاب یہ ساری باتیں ہم نبی ﷺ سے سُن کر، قرآن سے پڑھ کر مانتے ہیں۔ قرآن بھی ہمیں نبی کریم ﷺ نے

عطا فرمایا تو یہ ایمان بالغیب جو ہے یہ تب آتا ہے جب قلب کو کوئی نسبت نبی کریم ﷺ سے ہو جائے۔ اگر اس کا تعلق ہی نبی کریم ﷺ سے نہ ہو تو وہ کیوں ایسی باتیں مانے جن کا بظاہر کوئی وجود ہی نہیں ہے اور وہ تعلق بنتا ہے ایمان اور اطاعت کے ساتھ، پھر اس میں کوئی تاریکی نہ آئے، کوئی تلچھٹ نہ آئے، آپ ﷺ کی پسند کے خلاف کوئی بات نہ ہو تو وہ تعلق بڑھتا، طاقتور ہوتا جاتا ہے اور ایمان مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ جتنا ایمان مضبوط ہوتا ہے اتنی عمل کی اصلاح ہو جاتی ہے لیکن دُنیا چونکہ سامنے ہے ہم دُنیا کی طرف بھاگ پڑتے ہیں اور ساری زندگی دُنیا حاصل کرنے کے لیے بھاگتے دوڑتے رہتے ہیں، دُنیا رہ جاتی ہے اور خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں، بڑے بڑے قلعے، بڑے بڑے محل چھوڑ چھاڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ٹی وی چینلز پر ایسے پروگرام دکھائے جاتے ہیں جن میں پرانے پرانے محل اور عجیب چیزیں ہوتی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایک بندے نے اپنے رہنے کے لیے کیا کچھ بنایا آج وہ لوگوں کے لیے تفریح کا سبب ہے جہاں کوئی مچھر داخل نہیں ہو سکتا تھا وہاں اب لوگ دندناتے پھر رہے ہیں، سیر کر رہے ہیں اور تفریح کر رہے ہیں یہ وہ مادی زندگی ہے جس پر ہم ریجھ جاتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کا ذکر کرنے کے مقامات پر بھی ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ یہ تو اللہ کا احسان عظیم ہے کہ وہ اپنی یاد کی توفیق دے۔ اس سے بڑا احسان ہے کہ ایسے لوگ دے دے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں اور کوئی ایسا رہبر و راہنما مل جائے جو واقعی روح کی تربیت کر سکے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ اس میں بھی پھر دُنیا کی ہوس رہ جاتی ہے۔ ہم آتے ہیں، اللہ کے ذکر کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی عہدیدار ہے، کوئی کرنل ہے، یہ بریگیڈیئر ہے یہ جرنل ہے، یہ فلاں سول سروس میں افسر ہے، ہم اس کے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیوں؟ کیا اس کی روح میں بالیدگی زیادہ ہے یا آپ نے اس سے کچھ اخذ کرنا ہے؟ نہیں۔ وہ دُنیا اب تک دل کے کسی گوشے میں ہے جو اُوپر کھینچ رہی ہے یہ بڑی ڈھیٹ چیز ہے۔

آتے آتے آئے گا دل کو قرار
جاتے جاتے بے قراری جائے گی

بڑی محنت لگتی ہے کہ دل دنیا سے کبھی بے نیاز ہو جائے، آنے والے کی عزت کرو، اس لیے کرو کہ وہ بھی اللہ کا طالب ہے اس لیے نہیں کہ وہ جرنیل ہے۔ آپس میں محبت ہونی چاہیے، اللہ کے حوالے سے۔ دُنیا کے حوالے سے جو ہوگی وہ نقصان دے گی۔ کوئی تاریں توڑے گی، کوئی خرابی پیدا کرے گی، کہیں زنگ لگائے گی۔ یہ باتیں میرے سامنے آتی رہتی ہیں، دیکھتا رہتا ہوں، دُکھ ہوتا ہے کہ ہماری تربیت میں بھی کوئی کمی ہے ہم بھی نااہل لوگ ہیں۔ کوئی ایسا وقت آ گیا ہے کہ عہدے ان کے پاس ہیں جن کی ان میں اہلیت نہیں۔ آپ دنیا کا نظام دیکھیں جن بے چاروں کو بات کرنا نہیں آتی وہ وزیر بن بیٹھے ہیں جن کو بات سمجھنا نہیں آتی وہ وزیر اعظم بن گئے ہیں، کوئی وقت ہی ایسا آ گیا ہے کہ اس میں زوال کے اسباب جمع ہو رہے ہیں۔ اسی طرح روحانی سلاسل میں بھی میرے جیسے لوگ اوپر آ گئے ہیں۔ کمال ہو گیا ہے، ہم خود نااہل لوگ ہیں کسی کو کیا دیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ساتھیوں میں جو کمزوریاں ہیں یہ میری خرابی ہے، میری کمزوری ہے لیکن بہرحال نشاندہی تو ضروری ہے۔ کہ جہاں بھی ہو اسے سوچا جائے، سمجھا جائے اور اس کا تدارک کیا جائے۔ یاد رکھیں اللہ بڑا غیور ہے، اپنے ساتھ شراکت پسند نہیں فرماتا۔ اللہ کی طلب ہے تو پھر اللہ ہی کی طلب ہوگی، سب کچھ آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دے گا لیکن کسی اور کی طلب گوارا نہیں کرے گا اور آپ کسی دوسری چیز کے طالب بن جائیں گے تو اپنی طلب آپ کے دل سے چھین لے گا کہے گا جاؤ ادھر ہی رہو۔ اللہ کو شراکت پسند نہیں ہے تو کوشش کیجیے حضرتؒ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ کوئی شخص تھا اور کسی صاحب حال کے ساتھ رہا۔ اس نے مراقبات کے نام سن رکھے تھے اور کیفیات کا ذکر بھی سن رکھا تھا کہ یہ مراقبہ ہوتا ہے اور اس میں یہ کیفیت ہوتی ہے اور وہ مراقبہ ہوتا ہے اور اس میں وہ کیفیت ہوتی ہے پھر بچھڑ گیا کہیں دور چلا گیا تو پیری کا رُوپ دھار لیا، شیخ

بن کر بیٹھ گیا کچھ لوگ اللہ اللہ کے لیے اس کے پاس آ گئے۔ اب وہ جانتا تو تھا کہ اس طرح بیٹھ کر اللہ اللہ کرو۔ یہ پہلا لطیفہ ہے دوسرا تیسرا۔ اسی طرح یہ کہ مراقبہ احدیت ہے، معیت، اقربیت ہے۔ وہ جن کو کراتا رہا وہ خلوص سے لگے رہے، ان کے لطائف بھی روشن ہو گئے، رفتہ رفتہ اور ان کے مراقبات بھی ہو گئے، مشاہدات ہونے لگے تو وہ کچھ ساتھی بن گئے۔ ایک دن وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں مراقبات نصیب ہیں مشاہدات بھی ہیں لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی، ہمارے شیخ کے منازل کہاں ہیں؟ ایک دن انہوں نے جرأت کر کے پوچھ ہی لیا کہ حضرت! ہمیں آپ کے بارے کوئی علم نہیں، آپ کے منازل کہاں تک ہیں؟ اسے بڑا دُکھ لگا، رُو پڑا اس نے اپنی ساری حقیقت انہیں بتا دی۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے میں نے تو یہ ٹُن رکھے تھے اور دُنیا کے مکر کے لیے تمہارا Monitor بن کر، اُستاد بن کر بیٹھ گیا، تمہیں بتا تا رہا، تم خلوص سے لگے ہوئے تھے، تمہیں اللہ نے دے دیئے۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا میں تو اب بھی خالی ہوں تو پھر یہ لوگ بڑے عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ انہوں نے کہا آؤ سب مل کر دُعا کریں اے اللہ! اسے ہم سے اعلیٰ مدارج دے، اسے ہمارا اُستاد ہی رکھ تو اُن شاگردوں کے طفیل اسے مراقبات نصیب ہو گئے۔ یہ ضروری نہیں کہ کمی آپ میں ہی ہو، مجھ میں بھی کمیاں ہیں۔ میری ذمہ داری ہے آپ لوگوں کے لیے دُعا بھی کروں، دَوا بھی کروں، کوشش بھی کروں۔ آپ بھی میرے لیے دُعا بھی کیا کریں ہم سب ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہیں۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ دل کی بات سنی جائے تو دُنیا و آخرت دونوں سنور جاتے ہیں۔ دُنیا کے بغیر چارہ نہیں۔ ہمارا وجود مادّی ہے اس کے اپنے تقاضے ہیں۔ ہم دُنیا میں رہتے ہیں لیکن اللہ کریم نے ان مادّی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے حدود مقرر کر دی ہیں۔ ایک جانور ہے اسے آپ ذبح کر کے کھاتے ہیں، وہی جانور ہے، وہی گوشت ہے تو روح کو، دل کو بھی وہی تقویت دیتا ہے اور بدن کو بھی وہی تقویت دیتا ہے۔ جسے اللہ کے نام کے بغیر کاٹ دیتے ہیں یا مر جاتا ہے اُسے کھاتے ہیں تو وہ حرام گوشت بدن کی ضرورتیں پروٹین وغیرہ مہیا کرے گا لیکن روح کے لیے زہر بن جائے گا۔ بس یہ فرق ہے۔ جو چیزیں ناجائز طریقے سے آپ لیتے ہیں، لذت ان میں بھی ہوتی ہے، وجود کو طاقت بھی دیتی ہیں لیکن روح کے لیے زہر بن جاتی ہیں اور جو چیزیں حلال اور جائز طریقے سے کما کر استعمال کرتے ہیں وہ بدن کو بھی طاقت دیتی ہیں، روح کو بھی طاقت دیتی ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اور اگر قلب کے ان زاویوں کو ان کاوشوں کو استعمال نہ کیا جائے کہ وقت نہیں تو کوئی وقت بندے کے پاس اپنے لیے بھی ہونا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ روزی کمانے کا وقت ہے، یہ کپڑے بدلنے کا وقت ہے، فلاں کام ہے، فلاں کام ہے، کوئی ایسا وقت بھی ہونا چاہیے جب کچھ نہ ہو اور بندہ اپنے بارے بھی سوچے۔ اسی کو صوفیاء مراقبہ کہتے ہیں کبھی گردن جھکا کر اپنے اندر بھی جھانکے، کبھی یہ اندازہ بھی کر لے کہ میں نے روح کو غذا کتنی دی، دَوا کتنی دی، صحت مند کتنا رکھا، بیمار کتنا رکھا؟ میرا دل جو ہے کیا اس کی قوتِ فیصلہ برقرار ہے یا خاموش ہو گیا ہے؟ کہیں کسی غلطی پہ احتجاج کرتا ہے یا چھوڑ گیا ہے۔ ایک درجہ یہ بھی آ جاتا ہے کہ دل احتجاج کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ مر جاتا ہے مرا ہوا احتجاج کیا کرے گا؟ میں نشاندہی کے لیے عرض کر رہا تھا کہ آپ اپنے رویوں میں بھی دیکھیں کہ کوئی دُنیادار آ جائے تو سارے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں یہ کوئی اچھا رویہ نہیں ہے۔ دُنیا کے لیے نہیں، دین کے لیے محبت بھی کرو، احترام بھی کرو، تعلق بھی رکھو۔ لیکن مقصد دین ہو، دُنیوی فائدے نہ ہوں اور اگر دل سے تفقہ نہیں کرتا لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (الاعراف: 179) دل سے چیزوں کی اچھائی برائی کا تجزیہ کر کے اچھائی کو منتخب کرنا، برائی سے بچنا یہ تفقہ ہے اور یہ فیصلے دل سے کیے جاتے ہیں کیونکہ دماغ مادّی ہے، نگاہ مادّی ہے، کان مادّی ہے۔ یہ مادّی دنیا میں دھنسے ہوئے ہیں یہ اوپر کے فیصلے کریں گے۔ دل میں جو لطیفۂ ربانی ہے وہ جو فیصلے کرے گا وہ روح کے حق میں ہوں گے، وہ ہدایت کی طرف جائیں گے، وہ نیکی کی طرف جائیں گے لیکن اگر کسی میں اتنی استعداد نہیں کہ وہ دل کی آواز سن سکے تو اسے میں نے بصارت تو دی ہے، آنکھیں تو ہیں، نیلا پیلا سبز سفید

دیکھ لیتا ہے تو پھر اچھا بُرا بھی تو دیکھے۔ قوتِ ذائقہ ہے، میٹھا کڑوا چکھ لیتا ہے تو حرام حلال تو چکھے۔ اس سے بھی گیا گزرا ہے تو کان تو استعمال کرے۔ بھلی اور بُری بات میں تمیز کرے۔ کسی کی بھلی بات سن لے بُری بات نہ سنے۔ کہیں کوئی چیز استعمال تو کرے یہ نعمتیں جو عطا ہوئی ہیں تو یہ کس لیے ہیں؟ سب سے اچھی بات ہے کہ فیصلے دل سے کرے۔ تفقہ دل میں ہو، اچھا یا بُرا دل چاہتا ہے اور دل زندہ ہو گا تو کچھ چاہے گا، مُردے بھی کچھ چاہتے ہیں!

ہر دل ایک چراغ ہے، اس میں بتی بھی ہے، تیل بھی ہے۔ روشنی تب ملے گی جب نورِ نبوت سے اسے روشنی ملے گی اس سے متصل ہو گا تو وہ بتی جل اُٹھے گی ان کے سینے میں روشنی ہو گی۔ جب روشن ہو گا تو بھلے اور بُرے کا فیصلہ کر سکے گا۔ بجھے ہوئے چراغ میں کیا روشنی ہوتی ہے؟ بجھا ہوا چراغ اُٹھا کر اندھیرے میں چل دیں تو کیا راہنمائی کرے گا؟ دل کو روشن کیا جائے، وہ چراغ جلایا جائے، اب جب چراغ جل اُٹھتا ہے تو محنت پھر کرنی پڑتی ہے کہ بتی خراب بھی نہ ہو، ختم بھی نہ ہو جائے، تیل ختم نہ ہو جائے۔ مزید دیکھ بھال کی ضرورت ہے کہ اس میں بتی کی بھی صفائی رہے اور تیل ڈالنے کی ضرورت کا بھی خیال رہے۔ یہ سب کیا ہے؟ اتباعِ رسالت پناہی جتنا جتنا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے جائیں، شریعت کا اتباع کرتے جائیں، اس میں تیل تازہ ڈلتا جائے گا، روشنی بڑھتی جائے گی، اس کی ضیاء پھوٹتی رہے گی اگر چھوڑ دیں گے شریعت کے خلاف چلے جائیں گے آخر ایک دن تیل ختم ہو جائے گا، بتی بجھ جائے گی۔ ہم نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے جب ہمارا بچپن لڑکپن تھا لوگ بڑے سادہ سادہ مسلمان ہوتے تھے۔ اللہ ایک ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں، قرآن اللہ کی کتاب ہے، آخرت ہے، اللہ کا جواب دینا ہے، یہ بات خراب ہے، یہ نہیں کرنی، یہ اچھی ہے، اس سے یہ وعدہ کیا ہے، اسے پورا کرنا ہے۔ سادہ سادہ سے مسلمان تھے بڑے سکون سے مر جاتے تھے، نورانی چہرے ہوتے تھے، پھر رفتہ رفتہ روشنی آنے لگی، نئی روشنی کی تاریکیاں آنے لگیں۔ اب یہ ہمیں وہاں لے گئی ہیں کہ ایک گھر کے چار افراد ہیں تو اس میں چار مذہب ہیں۔ ہم پر یہ کیا مصیبت آن پڑی کہ گھر کے دس بندے ہیں تو دس عقیدے ہیں۔ کوئی سبز پگڑی باندھتا پھرتا ہے، کوئی سرخ باندھ لیتا ہے، ایک جھنڈا ایک کے ہاتھ میں دوسرا دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ کمال ہے! یہ سب کو کیا ہو گیا؟ سارے الگ الگ کیوں ہو گئے؟ اس لیے کہ خرافات بڑھ گئی ہیں۔ جسے ہم روشنیاں کہتے ہیں یہ تاریکیاں تھیں تہذیب کی، جسے ہم کلچر کہتے ہیں یہ (لچر) تھا 'کل' اس کے ساتھ نہیں تھا۔ یہ ساری فضولیات تھیں، خرافات تھیں۔ انہوں نے دلوں کے دیئے بجھا دیئے، اب جو دیا بجھ گیا اُسے کسی بھی طاق میں رکھ دو کیا فرق پڑتا ہے؟ جب دیئے بجھ گئے تو کوئی اس فرقے میں مل گیا، کوئی اس میں شامل ہو گیا، گھر ایک ہے افراد اگر دس ہیں تو عقیدے بھی دس ہیں، جماعتیں بھی دس ہیں اور فرقے بھی دس ہیں۔ اسی طرح سیاسی روّیے بھی دیکھ لو ایک ایک گھر میں سب الگ ہیں۔ ایک بھائی اس میں ہے، ایک بھائی اُس میں ہے، دوسرا ادھر کھڑا ہے، تیسرا ادھر گھسا ہوا ہے، کیوں یہ افراتفری ہو گئی؟ چراغ بجھ گئے ہیں ہم اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ جدھر جس کا منہ آتا ہے چل دیتا ہے تو ابھی فرصت ہے حیات دینا ہے، یہ مہلت ہے پھر سے دیا جلا لو۔

کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کر لو
ملتِ احمدِ مرسل کو مقامی کر لو

اب تو تمہارے پاس جاننے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ سمع و بصارت کے لیے بے پناہ راہیں کھل گئی ہیں۔ ان میں سے اچھائی تلاش کرلو، نیکی تلاش کرلو، بھلائی اختیار کرلو، دیا پھر سے روشن کرلو۔ جب تک سانس کی ڈوری چل رہی ہے پھر ویسا ہی روشن رکھو۔ ایک توبہ ساری برائیوں کو مٹا کر اسے پھر روشن کر دیتی ہے، لیکن توبہ لفظ نہیں ہے توبہ عمل ہے کہ برائی ترک کر دی جائے اور نیکی شروع کر دی جائے۔ میاں! میری گذارش یہ ہے کہ اپنا تجزیہ کیا کرو، اپنے لیے وقت نکالا کرو اور خود کو خود جانچا کرو۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اپنا محاسبہ کیا کرو، اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے، اس سے پہلے کہ وہ وقت آ جائے کہ حساب لینے والے پوچھیں خود اپنے آپ کا محاسبہ کیا کرو، اپنے

آپ کو دیکھا کرو۔ جو لوگ یہ سارے کام نہیں کرتے ان کی پہچان یہ ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (الاعراف: 179) وہ عظمتِ الٰہی سے غافل ہوتے ہیں۔ انہیں یہ احساس ہی نہیں رہتا، انہیں یہ بات یاد ہی نہیں رہتی، بھول جاتے ہیں کہ ہمارا کوئی خالق بھی ہے، مالک بھی ہے، ہماری زندگی کا کوئی مقصد بھی ہے، اس کا کوئی نصب العین بھی ہے، اس کارگاہِ حیات میں رہنے کے بعد کوئی نتیجہ بھی نکلے گا۔ یہ باتیں بھول جاتے ہیں اور غفلت میں چلے جاتے ہیں۔ حضرت حافظ عبدالرزاق صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ غفلت سالوں کی بھی ہوتی ہے کہ بندہ سالوں غافل رہے، غفلت مہینوں کی بھی ہوتی ہے، دنوں کی بھی ہوتی ہے اور غفلت لمحوں کی بھی ہوتی ہے۔ کسی کا کلام ہے:۔

یک لحظہ غافل چوں شدم صد سالہ راہم دور شُد

کہ غفلت تو ایک لمحے کی تھی لیکن لمحے کی غفلت منزل سے سو سال دور لے گئی۔

رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں گشت از نظر

میں اپنے محبوب کے ساتھ سواری کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا کہ پاؤں میں کانٹا چبھ گیا، میں کانٹا نکالنے کے لیے بیٹھا تو وہ سواری ہی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں نے کہا کہ پاؤں سے کانٹا نکالتا ہوں اس طرف توجہ کی سر اُٹھایا تو سواری جا چکی تھی۔

یک لحظہ غافل چوں شدم صد سالہ راہم دور شُد

ایک لمحہ غفلت کا آیا اور مجھے اصل راہ سے سو سال دور کر دیا۔ اللہ کریم اس غفلت سے بچائے، اللہ کی یاد کو انگ انگ میں بسالیں اور کبھی اپنے آپ کو مکمل سمجھنے کی غلطی نہ کیجیے گا، اپنے آپ کو مسافر ہی سمجھیں اور منزل کی تلاش میں سرگرداں رہیں۔ اللہ آپ کو بہتر کرے لیکن بہتر سے بہترین بننے کی کوشش جاری رہے۔ خطاؤں سے بچنے کی کوشش کریں اور استغفار کو شعار بنالیں۔ کم از کم دن میں سو بار ضرور استغفار کریں۔ بزرگوں کا ایک طریقہ ہے کہ ہر نماز کے بعد بیس مرتبہ استغفار پڑھیں تو پانچ نمازوں میں کم از کم سو بار تو ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم کی رحمتیں اور برکات نازل ہوتی ہیں، دُنیوی سہولتیں بھی ملتی ہیں، گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور اُخروی سہولتیں بھی ملتی ہیں۔ استغفار پڑھا کریں بہت لوگوں کو عادت ہوتی ہے، وظیفے پڑھنے کی۔ سب سے اعلیٰ وظیفہ درود شریف ہے، دُنیا و آخرت کے لیے حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ درود شریف دُنیا و آخرت دونوں کے لیے بہترین وظیفہ ہے۔ اپنے معمولات میں زندگی پیدا کیجیے، رسم نہ بنایئے، محنت کیجیے، محنت جاری رکھیے، اللہ قبول فرمائے، نیک ثمرات عطا فرمائے، شعور نصیب کرے اور اس پر عمل نصیب فرمائے اور توفیقِ عمل نصیب کرے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

صفحہ نمبر 30 سے آگے

مجھے وہ نہیں ملا، مجھے وہ بھی نہیں ملا، مجھے یہ نہیں ملا تو جو کچھ ہمیں ملا ہوتا ہے اس کا احساس نہیں کرتے، اس پر شکر ادا نہیں کرتے۔ فرمایا، یہ زمین بھی اور جو کچھ ہے سب میرا ہے اور سب نے میرے ہی پاس واپس آنا ہے تم سب کو بھی میری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور یہیں فیصلہ ہوگا کہ جو نعمتیں میں نے عطا کی تھیں اس پر تم نے میرا شکر ادا کیا یا نافرمانی کرتے رہے۔ میری ذات کی عبادت کی یا میرے ساتھ لوگوں کو شریک کرتے رہے۔

اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی نافرمانی سے اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین)

دعائے مغفرت

1) جڑانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مختار احمد صاحب کے والد محترم
2) گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اسحاق صاحب
3) گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ضیاء الدین خان
4) گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اقبال جانباز صاحب کی ہمشیرہ محترمہ صاحبہ
5) سرگودھا سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اکرم صاحب کا بیٹا
6) لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عطاء اللہ بھٹی صاحب
7) لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ریاض الدین صاحب

وفات پا گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

سورۃ کہف

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

صحبت صالحین کی فضیلت

قولہ تعالیٰ: وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (الکہف:18)

ترجمہ: اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔

''ابوبکر وراق کا قول ہے کہ صالحین کی مجالست اور مجاورت غنیمت ہے اگرچہ مجانست بھی نہ ہو۔ دیکھئے حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کے ساتھ ان کے کتے کا کس طرح ذکر فرمایا ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے ساتھ تھا۔''

یعنی نیک لوگوں کی محفل میں محض بیٹھنا بھی مجالست یا مجاورت جو الفاظ حضرت نے ارشاد فرمائے ہیں مجالست ہوتی ہے مجلس میں بیٹھنا۔ مجاورت ہوتی ہے دیکھ بھال کرنا، ان کے کام کر دینا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا یہ دونوں اگر نصیب ہو جائیں مجانست اگر نہ بھی ہو۔ اگرچہ اس ہستی سے براہ راست واقفیت نہ بھی ہو بات چیت کرنے کا موقع نہ بھی ملے ان سے کچھ کہنے کچھ سننے کا موقع نہ بھی ملے پھر بھی مجلس میں بیٹھنا نصیب ہو جائے یا ان کی خدمت کرنا نصیب ہو جائے تو فرماتے ہیں یہ بھی اللہ کی بڑی مہربانی بہت بڑا کرم ہے۔ وہ مثال دیتے ہیں اب دیکھو کتے سے مجانست یا انس یا بات چیت اور دوستی تو نہیں ہو سکتی۔ ایک بے زبان جانور تھا ان کے پیچھے غار کے دہانے پر بیٹھ گیا تو اللہ کریم نے اپنی کتاب میں جہاں اصحاب کہف کا ذکر فرمایا وہاں کتے کو بھی بھولا نہیں اس لیے کہ وہ کتا ان کے ساتھ تھا تو اگر اہل اللہ کے کتے کی قدر ہے تو انسان کسی ولی اللہ کے در پر پڑا رہے، بیٹھا رہے، مجلس میں بیٹھ جائے، فرمایا، یہ لمحات بھی غنیمت ہیں بہت اللہ کا کرم ہے۔

مثال ہیبت اہل اللہ:

قولہ تعالیٰ: لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (الکہف:18)

ترجمہ: اگر تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔

''وجہ اس فرار اور رعب کی یہ ہے کہ میں نے ان کو اپنے قہر ربوبیت اور سطوت عظمت کا لباس پہنا رکھا ہے بس اس ہیبت و عظمت کے سبب یہ فرار و رعب ہے جیسا میں نے جب عصا پر اپنا لباس ہیبت پہنا دیا تو موسیٰ علیہ السلام کو فرار ہوا اور یہ درحقیقت ہماری عظمت کا رعب ہے جو اس آئینہ میں ظاہر ہوئی۔ یہ مثال ہے اس ہیبت کی جو اہل اللہ کو عطا ہوتی ہے۔''

فرماتے ہیں یہ بھی ایک عجیب کیفیت ہے جو اہل اللہ کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ بڑے مہربان، بڑے کریم، بڑے حلیم الطبع ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس جانے والا ہر بندہ کانپ رہا ہوتا ہے، ڈر رہا ہوتا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک بندہ خشک مزاج بھی نہیں ہے، درشت کلامی بھی نہیں کرتا، عزت سے بات کرتا، اخلاق سے بات کرتا ہے پھر بھی لوگ جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ ہیبت بندے کی نہیں ہوتی یہ ہیبت الٰہیہ ہوتی ہے اس وصول حق کے باعث جو انہیں نصیب ہوتا ہے اور پھر مثال دیتے ہیں کہ اللہ نے اپنی ہیبت عصاءِ موسوی پر ڈال دی اور وہ اژدہا بن گیا۔ موسیٰؑ ایک دفعہ تو بھاگ کھڑے ہوئے پھر اللہ کریم نے

روکا کہ نہیں آپ کو بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے میرے انبیاء میری بارگاہ میں ڈرا نہیں کرتے آپ اسے پکڑ لیں یہ لاٹھی بن جائے گی لیکن ایک جو فطری ردعمل تھا کہ انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں انسانی خصوصیات انبیاء علیہم السلام میں بھی ہوتی ہیں تو جو فطری انسانی تقاضا تھا کہ بہت بڑے اژدہا کو دیکھو تو بھاگ کر جان بچاؤ تو وہ موسیٰ پر بھی وارد ہوا تو فرماتے ہیں اسی طرح اہل اللہ پر ہیبت الٰہی کا سایہ ہوتا ہے، ساری چیزیں ان سے ڈرتی ہیں، افراد ان سے ڈرتے ہیں اگر چہ وہ ان کو جھڑکتے نہ ہوں کچھ نہ کہتے ہوں لیکن ایک رعب ہوتا ہے جو ان کی بارگاہ میں لب کشائی سے باز رکھتا ہے، بندہ بات کرنے سے ڈرتا ہے یا ملنے سے ڈرتا ہے۔ فرماتے ہیں یہ اس ہیبت کی مثال ہے جو اہل اللہ کو عطا ہوتی ہے۔

علو ہمت اور ترک سوال

قولہٗ تعالیٰ: فَابْعَثُوٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ (الکھف:19)

ترجمہ: اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپے دے کر شہر کی طرف بھیجو۔

''یہ مثال اس کی ہے کہ جب سالک سکر سے صحو کی طرف اور روحانیت سے مادیت کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر وہ معیشت (مالوفات طبعیہ ضروریہ مباحہ) کا خواہشمند ہوتا ہے اور طریقت کے حقائق کا استعمال کرتا ہے) اور اس کی ظاہری صورتیں بعض مہجور ہو جاتی ہیں)۔ نیز اس فَابْعَثُوٓا الخ میں اشارہ ہے کہ طالبان حق کی شان کے لائق یہ ہے کہ) خلق سے (سوال کرنا ترک کر دیں) اور ہمت عالی رکھیں جیسا اصحاب کہف نے داموں سے کھانا خریدنا تجویز کیا یہ نہیں کیا کہ کسی سے مانگ لاویں)۔''

اصحاب کہف جب تین سو، سوا تین سو سال کے بعد اٹھے تو ایک دوسرے سے پوچھا ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ انہوں نے کہا شاید ایک پہر سوئے ہوں گے، دن کا کچھ حصہ یا دن گزر گیا ہوگا، شام ہو رہی ہوگی حالانکہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا تھا۔ اس زمانے کا سکہ ان کے پاس تھا تو انہوں نے کہا یہ پیسے دے کر کسی کو بھیجو شہر سے کوئی پاکیزہ کھانا لے آئے کھانا بیچنے والا اَزْكٰى طَعَامًا نہایت پاک صاف بندہ تلاش کرے اور اس سے کھانا لے آئے۔ تو فرماتے ہیں یہ مثال اس لیے ہے کہ جب سالک سکر سے محو کی طرف اور روحانیت سے مادیت کی طرف رجوع کرتا ہے پھر وہ معیشت کا خواہشمند ہوتا ہے اور طریقت کے حقائق کا استعمال کرتا ہے اور اس کی ظاہری صورتیں بعض مجبور ہو جاتی ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ طالبان حق کی شان کے لائق یہ ہے کہ خلق سے سوال کرنا ترک کر دیں اور ہمت عالی رکھیں جیسا اصحاب کہف نے داموں سے کھانا خریدنا تجویز کیا یہ نہیں کیا کہ کسی سے مانگ لاویں۔ فرماتے ہیں یہ اس سالک کی مثال ہے کہ متوجہ الی اللہ رہتا ہے۔ سکر میں چلا جاتا ہے یعنی استغراق ہو جاتا ہے ہوش نہیں رہتا، اس سے واپس اپنے حال میں آتا ہے تو معروف طریقے سے اپنی معیشت کی فکر کرتا ہے کسی سے مانگ کر یا چندے کر کے نہیں کھاتا، نہ صدقات و زکوۃ سے کھاتا ہے۔ اپنا رزق اپنی محنت سے اپنی مزدوری سے حاصل کرتا ہے۔

اصحاب کہف نے یہ نہیں کہا کہ جاؤ شہر میں بھیس بدل کر جاؤ اور مانگ تانگ کر کھانا لے آؤ نہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ اپنے پیسے لے جاؤ اور کسی صاف ستھری دکان سے قیمتاً کھانا لے کر آؤ۔ تو فرماتے ہیں سلوک میں سالکین کو اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب اللہ اللہ سے فارغ ہوں، اپنے معمولات سے فارغ ہوں اور دنیا میں آئیں تو عام آدمی کی طرح جائز وسائل سے رزق پیدا کریں، روزی پیدا کریں، مزدوری کریں، تجارت کریں، کھیتی باڑی کریں، ملازمت کریں، اپنا جو کام ہے پوری دیانت داری سے کریں اَزْكٰى طَعَامًا حلال رزق کمائیں، ناجائز وسائل سے نہیں صاف ستھرا رزق کمائیں، سلوک دنیا سے الگ کر دینے کا نام نہیں ہے کہ بندے کو چھ چھ مہینے چلّے میں ڈال دو اور اس کا کوئی آگا پیچھا ہی نہ رہے۔ نہیں، اللہ اللہ بھی کرو، معمولات کو وقت بھی دو اور اتنا ٹوٹ کر وقت دو کہ اللہ کے علاوہ کچھ یاد نہ رہے لیکن جب معمولات سے فارغ ہو تو عام آدمی کی طرح عام زندگی میں اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے جائز وسائل سے روزی بھی پیدا کرو۔ سالکین کو

مثالی مسلمان ہونا چاہیے کوئی منگتا یا گداگر نہیں۔

وجوب ورع

قولہٗ تعالیٰ: فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا (الکھف:19)

ترجمہ: پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے۔

''اس میں دلالت ہے کہ طالبان حق کو ورع کا عمل اختیار کرنا چاہیے جیسا اصحاب کہف نے اَزْكٰى بمعنی حلال کو طلب کیا اور اسی واسطے حضرت ذوالنون مصری کا قول ہے کہ عارف وہ شخص ہے جس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھاوے مطلب یہ ہے کہ نور معرفت سے تو سب چیزوں کی نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کرتا ہے تو اس میں ناقص کو یہ دھوکا ہوجاتا ہے کہ جب اللہ کے سامنے کوئی مالک نہیں تو پھر ہر مال حرام مباح ہے کیونکہ اس میں حق عبد ہے ہی نہیں اور کامل اسی نسبت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ آخر کسی درجہ میں حق تعالیٰ نے اس مال کی نسبت عبد کی طرف بھی کی ہے گو ضعیف وناقص ومجازی سہی اور اسی نسبت کے کچھ حقوق واحکام بھی ہیں سو ان میں سے حرمت تناول بلا اذن بھی ہے۔ پس یہ شخص جو عارف کامل ہے اس لیے ورع کو بھی نہ چھوڑے گا۔ اور بعض نے اَزْكٰى کی تفسیر اطیب بمعنی لذیذ کے ساتھ کی ہے تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ طعام لذیذ ولطیف لاوے جس میں یہ مصلحت تھی کہ انہوں نے مدت سے نہ کھایا تھا تو طعام غیر لطیف ان کو مضر ہوتا اس طرح بعض مصالح دینیہ سے بعض بزرگوں نے جیسے حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے طعام لطیف اور لباس لطیف کو استعمال فرمایا ہے اور تفصیل ان مصالح کی طویل ہے۔''

اس میں دلالت ہے کہ طالبان حق کو ورع کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔

اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا، جب دار عمل میں آئے تو عمل میں جائز اور حلال کی قید کو ضروری رکھے، ناجائز ذریعے سے رزق حاصل نہ کرے، ناپاک چیز کے قریب نہ جائے، حلال کھائے، حلال کمائے، جائز طریقے سے کمائے۔ حضرت ذوالنون کا قول ہے کہ عارف وہ شخص ہے جس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھادے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جس کا نور معرفت، ذکر اذکار اور وہ کیفیات نور ورع کو نہ بجھادے یعنی اس سے نیک عمل کرنا اور سنت خیرالانام پہ عمل کرنا چھڑوا نہ دے، عبادات ظاہری ترک نہ کروا دیں اور عبادات ظاہری میں صرف نماز روزہ نہیں ہے، عبادات ظاہری میں سب سے اعلیٰ عبادت جائز ذریعہ سے رزق حلال پیدا کرنا ہے۔ جو عبادات نماز روزے کی ہیں یہ تو ایک طاقت حاصل کرنے کا سبب ہے کہ جب بندہ میدان عمل میں جائے تو اس کے پاس اللہ کا نور ہو کہ وہ برائی سے بچے اور نیکی کرے تو ان کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کا ورع اور تقویٰ بحال ہو۔ جیسے ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ العنکبوت:45 یعنی یہ جو عبادت فرائض ہیں یہ میدان عمل میں برائی سے بچانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہی ان کا اجر ہے جو نقد ملتا ہے اور اگر ہم عبادت بھی کرتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور بازار میں جا کر برائی بھی کرتے ہیں تو پھر ہمیں دیکھنا ہوگا کہ یہ الٹا اثر کیوں ہو رہا ہے؟ اس کا مطلب ہے ہماری عبادت میں کوئی کمی ہے، عقیدہ درست نہیں ہے یا طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہے، کہیں کوئی جھول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نور معرفت سب چیزوں کی نسبت سبحانہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے تو اس میں ناقص کو یہ دھوکا ہوجاتا ہے کہ جب اللہ کے سامنے کوئی مالک نہیں تو پھر ہر حرام بھی مباح ہے تو اس میں حق عبد ہے ہی نہیں اور کامل اسی نسبت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہا ہے تو جو کمزور ہوتے ہیں اور ناقص ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ سارا مال ہی اللہ کا ہے جہاں سے جب جیسے چاہا لے لیا۔

فرمایا نہیں، ایسا نہیں یہ گمراہی ہے۔ اس لیے جو شخص عارف کامل ہے وہ ورع کو نہ چھوڑے گا۔ بعض نے اَزْكٰى کی تفسیر طیب بمعنی لذیذ کے ساتھ کی ہے تو اس کا اصل یہ ہوگا کہ طعام لذیذ ولطیف لاوے کہ انہوں نے مدت سے کھانا نہ کھایا تھا تو طعام غیر لطیف ان کو مضر ہوتا۔ اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ اچھا کھانا، اچھا پہننا، صاف ستھرا رہنا منع نہیں ہے۔ یہ کوئی ولایت نہیں ہے۔ کہ کپڑے پھٹے ہوئے ہوں، بال ویران ہوں اور آدمی میل کچیل میں لتھڑا ہو (بقیہ صفحہ نمبر 35 پر)

اکرم التفاسیر

سورۃ مریم آیات 16-40

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ
اور آپ اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر فرمایئے جب وہ اپنے لوگوں
مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (۱۶) فَاتَّخَذَتْ مِنْ
سے الگ ہو کر شرق میں ایک مکان میں گئیں (غسل کی غرض سے)
دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا
پھر ان (گھر والوں) کے سامنے سے پردہ کر لیا تو ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ
فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۷) قَالَتْ اِنِّيْٓ
(جبرائیل علیہ السلام) بھیجا تو وہ ان کے سامنے پورا آدمی بن گیا۔ انہوں نے کہا میں
اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (۱۸)
تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تم پرہیز گار ہو تو (چلے جاؤ)
قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (۱۹)
انہوں نے کہا بے شک میں تو آپ کے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں کہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔
قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ
وہ کہنے لگیں بھلا میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں
بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا (۲۰) قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ
اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ (فرشتے نے) کہا یونہی (ہوگا) آپ کے پروردگار نے
رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ
ارشاد فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے اور تا کہ ہم اس کو لوگوں کے لئے ایک دلیل
وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (۲۱)
اور اپنی طرف سے (باعث) رحمت بنائیں اور یہ کام طے ہو چکا ہے۔
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (۲۲)
تو وہ (اس بچے کے ساتھ) حاملہ ہو گئیں پھر اسے لے کر دور ایک جگہ الگ چلی گئیں۔
فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ
پھر وہ دردِ زہ کر مارے کھجور کے تنے کی طرف آئیں کہنے لگیں اے کاش!
يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (۲۳)
میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔
فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ
پس اس بہتان سے نیچے کی جانب سے (فرشتے نے) ان کو آواز دی کہ غم نہ کریں بے شک آپ کے
تَحْتَكِ سَرِيًّا (۲۴) وَ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ
پروردگار نے آپ کے نیچے ایک چشمہ پیدا فرما دیا ہے۔ اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف
عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۲۵) فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا
ہلائیں آپ پر تازہ تازہ کھجوریں گر پڑیں گی۔ پھر کھائیں اور پئیں اور آنکھیں ٹھنڈی
فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
کریں پھر اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں تو کہیں بے شک میں نے تو رحمٰن کے لئے (خاموشی) روزے کی منت
صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (۲۶) فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا
مان رکھی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز بات نہ کروں گی۔ پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے
تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (۲۷) يٰٓاُخْتَ
اپنی قوم کے پاس آئیں لوگوں نے کہا اے مریم! تم نے کیا غضب ڈھایا! اے ہارون
هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ
کی بہن! نہ تو تمہارے والد ہی برے آدمی تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔
بَغِيًّا (۲۸) فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ

پھر انہوں (مریم علیہاالسلام) نے اس (بچے) کی طرف اشارہ کر دیا وہ لوگ کہنے لگے بھلا اس سے
فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (۲۹) قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ
ہم کیا بات کریں جو ابھی گود کا بچہ ہے۔ انہوں (بچے) نے فرمایا یقیناً میں اللہ کا (خاص)
وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا (۳۰) وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَ
بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے بابرکت بنایا جہاں کہیں بھی میں ہوں
اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (۳۱) وَّ بَرًّۢا
اور جب تک زندہ رہوں، مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے۔ اور اپنی ماں کے ساتھ نیک
بِوَالِدَتِيْ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا (۳۲) وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ
برتاؤ کرنے والا (بنایا ہے) اور مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلامتی ہے
يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (۳۳) ذٰلِكَ
جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز رحلت کروں گا اور جس روز (قیامت میں) زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (۳۴)
یہ عیسیٰ (علیہ السلام) بیٹے مریم (علیہاالسلام) کے ہیں۔ بالکل سچی بات ہے، جس بات میں یہ لوگ جھگڑتے ہیں۔
مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا
اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائیں۔ وہ پاک ہیں۔ جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو اس کو
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۳۵) وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ
فرمادیتے ہیں جوجا، پس وہ ہوجاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور تمہارا
فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۳۶) فَاخْتَلَفَ
بھی لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر مختلف فرقوں
الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ
نے آپس میں اختلاف کیا۔ سو ان کافروں کے لئے ایک بڑے دن کے آنے سے
يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۳۷) اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ
خرابی ہونے والی ہے۔ وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے، کیسے سننے والے اور کیسے
الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۸) وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ
دیکھنے والے ہوں گے۔ لیکن ظالم آج کھلی گمراہی میں ہیں۔ اور ان کو حسرت کے دن سے
الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ
ڈرائیں، جب بات فیصل کردی جائے گی اور وہ غفلت میں پڑے ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔
(۳۹) اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا
بے شک ہم ہی زمین کے اور اس پر رہنے والوں کے وارث (مالک) ہیں اور ہماری ہی
يُرْجَعُوْنَ (۴۰)
طرف ان کو لوٹنا ہوگا۔

فرمایا: وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ...

آپ اس کتاب میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر بھی فرما دیجیے کہ یہ وہ باتیں ہیں جن کے بارے میں مشرکین اور یہود کے علماء بھی صحیح نہیں جانتے تھے اور جن کے بارے انہوں نے پوچھا بھی نہیں تھا۔ جو انہوں نے سوال کیے۔ ان کے جواب تو ہو گئے تو فرمایا اور بھی عجیب وغریب داستانیں ہیں اور واقعات ہیں۔ اور اللہ جل شانہ کی طرف سے جو واقعات عجیبہ ہوئے ہیں۔ ان کے بارے بھی انہیں مطلع فرما دیجیے۔ اس معاملے میں عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں تو بہت غلط قصے انہوں نے گھڑر کھے تھے۔ عیسائیوں نے تو سیدھا سیدھا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ اور یہودیوں نے ان پر بغیر والد کے ہونے کا الزام لگایا۔ اور یوسف نجار نامی شخص کی طرف منسوب کر دیا۔ (اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو وہی یہودیوں کی روایت دیکھ کر یوسف نجار کی طرف منسوب کر دیا)۔ تو یہاں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کتاب میں حضرت مریم علیہ السلام کے حالات و واقعات کا صحیح اور حقیقی قصہ بیان فرما دیجیے: اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق میں ایک مکان کی طرف گئیں۔ حضرت مریم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے انہیں اللہ کی نذر کر دیا گیا تھا۔ یہ واقعہ آلِ عمران میں گذر چکا ہے تو انہیں مسجد میں دے دیا گیا۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام رشتہ میں ان کے خالو تھے ان کی کفالت میں مسجد میں ہی پل کر جوان ہوئیں اور بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ جن میں سے بہت سی کرامات قرآن کریم نے بیان بھی فرمائی ہیں۔ جوان ہوئیں تو عجیب واقعہ ہوا کہ جب وہ اپنے حجرۂ مبارک سے یا لوگوں سے الگ ہو کر ایک مشرق میں ایک مکان کی طرف گئیں، تو غسل وغیرہ کے لیے پردہ کر لیا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں جب انہوں نے لوگوں سے پردہ کر لیا تو فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا جبرائیل امین کو، اپنی روح کو انہیں بھیجا۔ روح الامین بھی جبرائیل امین کا نام نامی ہے۔ تو ہم نے اپنے فرشتے کو ان کی طرف بھیجا اور وہ پردے کے اندر انسانی صورت میں اُن کے سامنے آیا: قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا...

یہ بڑی عجیب بات ہے، حضرت مریم علیہ السلام نبی نہیں ہیں ایک ولیہ ہیں تو ان کے پاس فرشتہ آیا اس کا مطلب ہے کہ ولی اللہ کو بھی فرشتے سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوسکتا ہے۔ اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ اللہ توفیق دے تو اللہ کا ولی فرشتے سے بات بھی کر سکتا ہے۔ لیکن یہ سب اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ جب وہ ان کے سامنے انسانی صورت میں آئے تو وہ پہچان نہ سکیں کہ یہ فرشتہ ہے۔ انہوں نے سمجھا میں نے تو پردہ کرلیا تھا یہ پردے میں کون انسان گھس آیا، یہ کیسا آدمی ہے؟؟ تو فوراً کہا: قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا انہوں نے کہا میں تم سے اللہ رحمٰن، رحیم کی پناہ چاہتی ہوں اگر تمہیں اللہ کا خوف ہے تو تم باہر چلے جاؤ، یہاں سے چلے جاؤ اگر اللہ کا ڈر تمہیں بھی ہے اور اللہ رحمٰن، رحیم کی تم سے پناہ چاہتی ہوں۔ علماء تفسیر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا موقع جہاں بندے کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ ہو تو وہاں اللہ کا ذکر کرنا چاہیے اور اللہ سے پناہ چاہنی چاہیے تو اللہ کریم بچنے کے اسباب بنا دیتے ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ سب سے بڑی بات یادِ الٰہی ہے، ذکرِ الٰہی ہے، اللہ کو یاد کریں، اللہ سے پناہ مانگیں تو بچنے کے اسباب بن جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں تم سے اللہ رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اور اگر تمہیں بھی اللہ کا خوف ہے یا پرہیز گاری ہے تو تم یہاں سے چلے جاؤ: قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ... تو انہوں نے عرض کی کہ میں تو تمہارے ربّ ہی کا بھیجا ہوا، پروردگار کا ہی بھیجا ہوا ہوں۔ مجھے یہاں آنے کا حکم اسی اللہ، رحمٰن، رحیم نے دیا ہے۔ مطلب ہے علوم اللہ تعالیٰ کے ہیں، جتنا چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ مریم علیہا السلام کے پاس فرشتہ بھیج دیا لیکن عجیب بات ہے انہیں سمجھ نہیں آئی کہ یہ انسان ہے یا فرشتہ۔ وہ انسان سمجھ کر گھبرا گئیں اور اللہ سے دُعا کی اور انہیں بھی اللہ کا واسطہ دیا تو جب انہوں نے بتا دیا کہ میں انسان نہیں ہوں۔ میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور: لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا... اللہ کریم نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں آپ کو پھونک مار دوں، دَم کر دوں تا کہ اللہ کریم آپؑ کو نیک اور صالح بیٹا عطا فرمائے یہ اور بھی عجیب بات تھی۔ یہ اُن کے لیے بھی بڑی عجیب بات تھی۔ ایک بچی جو پیدا ہوئی اور اسے مسجد میں اللہ کی راہ میں دے دیا گیا اور نہایت پاکیزگی اور نہایت طہارت کے ماحول میں اور اللہ کے ماحول میں پل کر جوان ہوئیں، بے شمار کرامات کا ظہور ہوا اور جب جوان ہوئیں تو بغیر شادی کے کیسے بیٹا ہو جائے؟ بڑی عجیب بات لگی تو فرشتے نے: لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا... بتایا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں، مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپؑ کو بتاؤں، اللہ آپ کو بیٹا عطا کرنا چاہتا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو پھونک مار دوں۔

اللہ کریم کا نظام ایسا ہے کہ اس نے دُنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے۔ دُنیا میں ہر کام کے لیے سبب چاہیے۔ خود ذاتِ باری نے جب یہ کرشمہ ظاہر کرنا چاہا اور یہ عجیب بات ظاہر کرنا چاہی کہ جب اللہ چاہے تو بغیر باپ کے بھی اولاد ہو سکتی ہے۔ اللہ چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔ ورنہ تو ماں باپ سے اولاد ہوتی ہے۔ لیکن اس میں اپنے طور پر اللہ کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا چاہا۔ قانون تھا کہ مرد اور عورت سے اولاد ہوتی ہے، اللہ کریم نے اس کے خلاف تو کیا لیکن اصولِ فطری جو تھا کہ دُنیا کے ہر کام کے پیچھے کوئی سبب ہونا چاہیے وہ اللہ کریم نے خود بھی ترک نہیں فرمایا۔ فرشتے کو حکم دیا کہ تم جا کر پھونک مار دو۔ یعنی اللہ کریم کا قانون ہے کہ یہ دُنیا عالمِ اسباب ہے اور ہر کام کے لیے سبب چاہیے۔ توکل یہ ہے کہ سبب اختیار کیا جائے پوری محنت کی جائے۔ پورے خلوص سے کام کیا جائے پھر نتیجے کا انتظار اللہ کی طرف سے کیا جائے یہ توکل ہے۔ کام نہ کرنا اور کہنا میں توکل کر رہا ہوں یہ توکل نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صحابیؓ حاضر ہوئے باہر سے آئے تھے، اونٹ پر سوار ہو کر آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ اونٹ کا کیا کیا؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اللہ کے توکل پر باہر چھوڑ آیا ہوں۔

فرمایا نہیں یہ توکل نہیں ہے، جا کر اس کا پاؤں باندھ دو، اس کی ٹانگ باندھ دو اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ مولانا رومی نے اس کو منظوم کیا ہے۔ برتوکل بازوئے اشتر بہ بند۔ توکل یہ ہے کہ اپنی طرف سے تم اونٹ کے پاؤں باندھ دو اور پھر اللہ پہ توکل کرو۔ اسباب اختیار کرو نتیجہ اللہ کی طرف، اُمید رکھو کہ بہتر ہوگا پھر جو اللہ کی طرف سے آئے اسے قبول بھی کرو تو انہوں نے فرمایا: قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ ... میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ وَ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ... کہ میری تو شادی بھی نہیں ہوئی کسی مرد نے چھوا بھی نہیں نہ میں ایسی ہوں کہ میں نے کوئی غلط کام کیا ہو تو بغیر مرد کے میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ عجیب بات کرتے ہو تم اللہ کے فرشتے تو ہو لیکن تم بات عجیب کر رہے ہو۔ قَالَ كَذٰلِكِ ... انہوں نے عرض کی ایسے ہی ہوگا بغیر شادی کے ہوگا، بغیر مرد کے چھوئے ہوگا، جس حال میں آپ ہیں ویسے ہی ہو جائے گا۔ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ... اور آپ کا پروردگار کا ارشاد ہے کہ یہ میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور ایسے ہی بیٹا ہو گا۔ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ... آپ کے پروردگار کا ارشاد ہے کہ میں اسے لوگوں کے لیے ایک دلیل اور ایک نشانی کے طور پر پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اپنی طرف سے باعثِ رحمت بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں۔ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ... اور اس کا فیصلہ ہو چکا۔ ایسا ہوگا آپ چاہیں تو بھی ہوگا نہ بھی چاہیں تو بھی ہوگا۔ چونکہ وہ تو بہت گھبرا رہی تھیں کہ اللہ تو قادر ہے ہو تو جائے گا لیکن مجھے تو مخلوق میں بسنا ہے۔ لوگ کیا کہیں گے؟ لوگ مجھ سے پوچھیں گے یہ کہاں سے لے آئی ہے؟ میں کیا جواب دوں گی۔ اللہ تو قادر ہے لیکن لوگوں کی رسائی تو اللہ کی قدرت تک نہیں ہے۔ لوگ تو اپنے اسباب اور ایسے طریقوں کو ہی جانتے ہیں۔ لوگوں کی نظریں بھی کم ہیں اور لوگوں کے منہ میں زبانیں بڑی ہیں لوگ کیا کہیں گے تو یہ کیا ہوگا؟ وہ اپنی طرف سے ایک بہت مشکل میں پھنس گئیں کہ کسی بھی پاکیزہ شعار، نیک سیرت، ایک ولیہ کو جو نوجوان بھی ہو اور بغیر شادی کے ہو اس کی اولاد ہو جائے تو اس کے لیے تو بڑی مصیبت بن گئی وہ کس کس کو کیا کیا جواب دے گی۔ تو وہ بڑی گھبرائیں، فرشتے نے کہا بی بی، وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ... اب یہ طے ہو چکا، ایسا ہو کر رہے گا۔ آپ گھبرائیں نہیں، آپ حوصلہ کریں، ایسا ہو کر رہے گا۔ اللہ کی قدرت کہ جبرائیل امین نے پھونک ماری تو انہیں حمل رہ گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے۔

اس کا مطلب ہے کہ پھونک مارنا یا اللہ کا کلام پڑھ کر دَم کرنا جائز ہے اور اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ اس کے لیے شرط ہے کہ پہلی بات تو ہے کہ کوئی ایسا کلام نہ پڑھا جائے جو ناجائز ہو اور اس میں علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا کلام جس کی آپ کو سمجھ نہیں آتی جیسے لوگوں نے کچھ پنجابی، اُردو کچھ پرانی زبانوں سُریانی زبان وغیرہ کے الفاظ ملا کر دم درود رکھے ہیں جن کی سمجھ نہیں آتی وہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جس میں کوئی ایسا لفظ ہو جو شریعت کی گرفت میں آتا ہو وہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں! قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے ہیں، درود شریف پڑھتے ہیں، پھونکتے ہیں تو وہ جائز ہے جیسے صحابہ کرامؓ ایک صحرا سے گزر رہے تھے تو بدوؤں کا خیمہ لگا ہوا تھا یہ بدوخانہ بدوش ہوتے تھے، چلتے پھرتے رہتے تھے۔ تو ان کا خیمہ لگا ہوا تھا ان لوگوں نے صحابہؓ کو دیکھا، یہ کوئی نیک لوگ نیک سیرت جا رہے ہیں تو ان کے پاس پہنچے اور کہا ہمارے ایک آدمی کو سانپ نے کاٹا ہے اور ہم بڑے علاج کر چکے ہیں تو فائدہ نہیں ہو رہا اور وہ قریب المرگ ہو گیا ہے تو اگر آپ اسے کوئی دَم کر دیں کوئی پھونک مار دیں؟ تو صحابہؓ رُک گئے۔ ایک صحابیؓ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھونک ماردی، اللہ کی شان وہ ٹھیک ہو گیا، زہر کا اثر ختم ہو گیا، بندہ ٹھیک ہو گیا تو وہ بڑے خوش ہوئے کہ ہمارا پیارا بیٹا تھا اور آپ نے بہت بڑا کام کیا۔ انہوں نے بیس بکریاں اُجرت کے طور پر صحابہؓ کو دیں کہ آپ نے ہمارا بڑا کام کیا وہ بیس بکریاں صحابہ کرامؓ نے لے لیں۔ لیکن انہوں نے سوچا کہ یہ عجیب بات ہے یہ پتا نہیں لینا اس کا جائز ہے بھی کہ نہیں۔ انہوں نے کہا کون سا ہم کھانے لگے ہیں، لے چلتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، پیش کر کے پوچھ لیں گے جائز ہوگا تو رکھ لیں گے، نہیں جائز ہوگا تو ان کو واپس کر دیں گے۔ تو لے آئے۔ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ ہمیں تو پتا نہیں تھا، ہم نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کر دی، مریض ٹھیک ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تمہیں کس نے کہا تھا کہ سورۂ فاتحہ دَم بھی ہے؟ انہوں نے کہا کوئی پتا نہیں تھا۔ ہم نے ویسے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کر دی اس پر ان لوگوں نے ہمیں بیس بکریاں اس علاج کرنے کی اُجرت دی ہے۔ فرمایئے، کہ کیا یہ اُجرت لینا جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جائز ہے۔ اسے آپس میں بانٹ لو اور میرا حصہ بھی رکھو۔

دَم کرنے کے لیے ایک تو یہ ہے کہ بندہ پاک، صاف ستھرا، نیک کردار، نیک نام، پڑھا لکھا ہو۔ ایسا نہ ہو جو نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ وضو کرتے ہیں، نہ انہیں نماز آتی ہے، ان سے دَم کروانا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ پھر دم میں تاثیر فرد سے پیدا ہوتی ہے کہ دَم کرنے والا کیسا ہے۔ یہاں حضرت مریم علیہا السلام کو جبرائیل امین نے دَم کیا گویا صفاتِ ملکوتی دَم کرنے والے میں ہوں، پاکیزگی ہو، طہارت ہو، صحیح العقیدہ ہو، جاننے والا ہو اور کلام جائز ہو، قرآن کریم سے ہو، حدیث سے ہو یا تسبیحات ہوں لیکن وہ کلام ہو جو جائز ہے تو دَم میں بھی اثر ہوتا ہے اور اس کا کرانا جائز ہے۔

ایسے الفاظ جن کا مطلب بھی نہ آتا ہو یا غیر شرعی الفاظ ہوں تو دَم کرنا جائز نہیں، نہ کرانا جائز ہے۔ دَم یا تعویز آپ لیتے ہیں اس سے بندہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو یہ علاج کے لیے ہے اور علاج کی اُجرت لینا جائز ہے۔ اگر کوئی علاج کی اُجرت لیتا ہے تو جائز ہے۔ اگر فی سبیل اللہ دیتا ہے تو اسے اللہ ثواب دے گا، اللہ اُجر دے گا لیکن اگر کوئی اُجرت لیتا ہے دَم کرنے کی یا تعویز دینے کی تو وہ بھی جائز ہے، وہ لے سکتا ہے۔

جبرائیل امین نے عرض کیا کہ آپؑ کے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ پر کوئی مشکل نہیں ہے میں ایسے بھی بچہ پیدا کر سکتا ہوں۔ اور اسے میں لوگوں کے لیے دلیل اور نشانی بناؤں گا اور اپنی رحمت کا باعث بناؤں گا اپنی طرف سے رحمت بانٹنے والا بناؤں گا۔ انبیاءؑ رحمتِ الٰہی کا سبب ہوتے ہیں۔ آپ اب گھبرائیں نا یہ تو طے ہو چکا ہے کہ ایسا ہوگا۔

فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا... تو اس بچے کے ساتھ حاملہ ہو گئیں پھر اسے لے کر ایک الگ جگہ چلی گئیں۔ جب انہیں حمل ہو گیا تو یہ ایک معجزاتی کام تھا اس میں عام معمول کی ترتیب نہیں تھی کہ حمل ہو پھر وہ نو مہینے پیٹ میں رہے گا وہ تو بہت لمبی ترتیب تھی اور یہ سارا کام معجزاتی تھا۔ جب حمل ہو گیا تو پھر گھر سے نکل گئیں باہر کسی الگ جگہ چلی گئیں۔ وہاں پہنچیں فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ... تو وہاں دردِ زہ شروع ہو گیا ولادت کا وقت آ گیا چونکہ سارا معجزاتی کام تھا، کوئی ایسا نہیں تھا کہ نو مہینے جنگل میں رہیں کسی کو پیچھے سے یاد ہی نہیں، کسی نے پیچھے سے پتا ہی نہیں کیا کہاں گئیں۔ ایسی بات نہیں ہوئی وہ گھر سے الگ ہو گئیں باہر جنگل میں نکل گئیں تو وہاں بچے کی پیدائش کا عمل شروع ہو گیا، دردِ زہ شروع ہو گیا اور وہ درد کے مارے ایک کھجور کا پرانا تنا کھڑا تھا اس کے ساتھ انہوں نے آ کر ٹیک لگائی سوکھا تنا کھڑا تھا کھجور کا جس پر پتے جھڑ گئے تھے کیونکہ یہاں اللہ کریم نے کھجور کا درخت نہیں فرمایا، فرمایا: جِذۡعِ النَّخۡلَةِ... صرف کھجور کا تنا تھا۔ صرف پتے جھڑ گئے تھے، خشک تنا کھڑا تھا۔ انہوں نے اس کا سہارا لیا، اس کے ساتھ ٹیک لگائی اور بڑے دُکھ سے کہا: قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا... اے کاش میں مر گئی ہوتی۔ یہ کچھ دیکھنے سے پہلے اس وقت سے پہلے وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا... اب تک لوگوں کو بھول بھال چکی ہوتی کہ میری یاد بھی نہ ہوتی کہ کون تھی۔

یہ بڑی عجیب بات ہے جب تک کوئی زندہ رہتا ہے ہر بندے کو یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ کائنات میرے ہی دَم پر قائم ہے خواہ وہ بادشاہ ہے خواہ فقیر ہے کسی سے پوچھو تو وہ کہتا ہے میں نہیں رہوں گا تو پھر ان کو میرے گھر والوں کو بھی پتا چلے گا کہ جب میں نہیں رہوں گا تو پھر لوگوں کو بھی پتا چلے گا گویا اس کے دَم سے سارا کچھ چل رہا ہے ہر ایک کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے لیکن جو مر جاتا ہے اسے کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے چند دن بعد کسی کو یاد نہیں ہوتا کہ اس نام کا کوئی بندہ تھا بھی یا نہیں تھا یا وہ مر گیا ہے وہ اچھا تھا یا کیسا تھا۔ لوگ بھول جاتے ہیں موتیں ایسا خلاء ڈال دیتی ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام نے کہا کہ کاش! یہ سب کچھ دیکھنے سے پہلے میں مر گئی ہوتی اور اب تک لوگ بھول بھال چکے ہوتے! فَنَادٰٮهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا... تو جبرائیل امین نے پردے سے آواز دی سامنے نہیں آئے

کیونکہ ولادت کا وقت تھا اور دردِ زہ شروع ہو چکا تھا۔ یہ خاتون کے لیے انتہائی پردے کا وقت ہوتا ہے تو وہ سامنے نہیں آئے۔ پردے سے آواز دی کہ گھبرائیں نہیں اللہ کریم نے آپ کے قدموں کے نیچے آپ کی خاطر ایک چشمہ جاری کر دیا ورنہ تو وہ صحرائی علاقہ تھا۔ کھجوروں کے خشک تنے کھڑے تھے تو جبرائیل امین نے پردے کے پیچھے سے آواز دی کہ بی بی! آپ گھبرائیں نہیں، آپ کے ربِّ کریم نے آپ کے قدموں میں ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا... تنا تو خشک ہے لیکن آپؑ پر کھجوریں تازہ تازہ گریں گی۔ اب یہاں بھی دیکھیں کہ اللہ کریم نے قدموں میں چشمہ پیدا کر دیا ہے۔ لیکن آپ ریت ہٹائیں گی تو صاف پانی نکل آئے گا۔ کھجور کا خشک تنا ہے۔ آپ اس کے آسرے پہ کھڑی ہیں۔ انہیں کو ہلانے کی کوشش کریں یعنی سبب اختیار کریں نتیجہ اللہ کے دستِ قدرت میں ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے اور توکل یہ ہے کہ آپ سبب اختیار کریں آپ ایسا قادرِ کریم ہے کہ خشک تنے پر تازہ کھجوریں دے رہا ہے پھر دنیا کے دوسرے سبب کو مدنظر رکھا کہ آپ خاتون کو جب بچے کی ولادت ہوتی ہے تو اگر آپ تازہ کھجور پانی میں ملا کے، پانی میں تر کر کے خاتون کو کھلائیں تو فوراً بچہ پیدا ہو جاتا ہے یہ دوا آج تک چل رہی ہے اور بڑا شافی علاج ہے۔

آج تو ہم انتظار ہی نہیں کرتے تو زمانہ ہی ایسا ہے دو ہفتے پہلے ہسپتال لے جاتے ہیں تو پھر آپریشن کرا کے فخر کرتے ہیں کہ ہم نے آپریشن کرایا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں، یہ بڑے فخر کی بات ہے، آج تک دُنیا گھروں میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ہم گھروں میں پیدا ہوئے، ہماری اولاد گھروں میں پیدا ہوئیں، ہمارے باپ دادا گھروں میں پیدا ہوئے تو یہی علاج ہوتے تھے۔ اگر کھجور پانی میں بھگو کر کھلا دی جائے تو اس سے ولادت آسان ہو جاتی ہے اور فوراً ہو جاتی ہے۔

اللہ کریم نے ایسا انتظام فرمایا کہ وہاں تازہ میٹھا پانی بھی عطا کر دیا اور فرمایا کہ تنا خشک ہے خشک رہے گا۔ اسے رہنے دو، آپ ہی اسے ہلائیں آپ کے لیے تازہ کھجوریں گریں گی، وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ... اس کھجور کے تنے کو آپ ہلائیں یہاں بھی اللہ کریم نے کھجور کا درخت نہیں فرمایا، بِجِذْعِ النَّخْلَةِ... کھجور کا خشک تنا ہے اسے ہلائیں تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا... تو آپ پر تازہ کھجوریں گریں گی اور پانی پئیں کھجور پانی میں بھگو کر کھائیں۔ فَكُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا... بیٹا پیدا ہو جائے گا۔ آپ کھجوریں کھائیں بھی پانی بھی پئیں اور بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ گویا نیک اولاد کا پیدا ہونا بھی باعثِ راحت وسکون ہوتا ہے۔ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا... اور اگر کوئی آدمی آپ کے پاس آ جائے یا آپ واپس آدمیوں میں جائیں، گھر میں جائیں تو جو بندہ سامنے آئے وہ تو سوال کرے گا، لوگوں کے منہ میں اپنی اپنی زبان ہوتی ہے جو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں تو وہ تو عجیب سوال کریں گے آپ اشارہ کر دیجیے کہ میرا تو خاموشی کا روزہ ہے۔ میں تو بات نہیں کروں گی۔ کسی انسان سے تو میں بات نہیں کر سکتی۔ اسی سے پوچھ لیں میں تو نہیں بول سکتی۔ اس بچے سے پوچھ لیں تو پہلی اُمتوں میں چپ کا روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ شریعت محمدی ﷺ میں نہیں ہے پہلی اُمتوں میں تھا۔ آپ کہہ دیجیے کہ میں نے تو روزے کی منت مان رکھی تھی تو اس میں یہ بچہ بھی پیدا ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ کر دیجیے کہ میرا تو روزہ ہے۔ میں تو بات نہیں کر سکتی چنانچہ وہ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا... دیکھیں۔

ولایت الٰہی اتنا آسان راستہ نہیں۔ دین کا کام مجاہدہ اور مجاہدہ اسے اس لیے کہتے ہیں۔ اس میں جدوجہد ہوتی ہے، مشکل ہوتا ہے، محنت کرنا پڑتی ہے، باتیں سُننا پڑتی ہیں اور الزامات بھی لگتے ہیں، لوگ راستے میں کانٹے بھی بچھاتے ہیں، لوگ پتھر بھی مارتے ہیں، لوگ گالیاں بھی دیتے ہیں، لوگ بہتان بھی لگاتے ہیں۔ یہ سب کچھ سہہ کر اللہ کے بندے اللہ کے لیے محنت ومجاہدہ کرتے ہیں، اللہ کے دین کی تبلیغ کرتے ہیں اور یہ سب کچھ سہنا پڑتا ہے۔

اب یہ کامل ولیہ ہیں جن سے فرشتہ آ کر بات بھی کرتا ہے، انسانی شکل میں متشکل ہو کر باتیں بھی کرتا ہے۔ کراماتی طور پر اللہ بغیر شادی کے اپنی طرف سے بیٹا عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ بیٹا صاحب کتاب نبی بھی ہے۔ اس کے باوجود کتنا مشکل ہے کہ بغیر شادی ایک نوجوان بچی نوزائیدہ بچے کو

لے کر قوم کے پاس آئے، لوگوں میں آئے کہ اللہ کا حکم ہوا کہ آپ واپس قوم میں جائیں تو واپس آئیں، فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا... تو وہ بچہ اُٹھائے ہوئے گود میں واپس آ گئیں۔ گھر سے گئی تھیں تو اکیلی تھی واپس آئیں تو ایک بچہ اُٹھایا ہوا ہے: قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا... لوگوں نے فوراً انگلی اُٹھائی، انہوں نے کہا کہ اے مریم علیہ السلام! کیا غضب ڈھایا آپؑ نے، آپؑ نے یہ کب انہونی کر دکھائی؟ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا... اے ہارون علیہ السلام کی بہن تم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ہو۔ نبیوں کے خاندان سے ہو، پاکیزہ خاندان سے ہو، شریف خاندان سے ہو، اس نیک نام خاندان سے ہو جن کی پاکیزگی مشہور ہے، نیکی مشہور ہے، تم نے یہ کیسا غضب ڈھایا؟ نہ تو تمہارے والد ہی کوئی بُرے آدمی تھے اور نہ تمہاری والدہ کوئی غلط کام کرنے والی تھیں۔ تم ایک نیک خاندان کی بچی ہو اور بہت پارسا خاندان ہے۔ نبیوں کا خاندان ہے، پھر تمہارے والد بڑے نیک آدمی تھے، تمہاری والدہ بڑی نیک اور پارسا عورت تھیں تو تم نے یہ کیا غضب ڈھایا؟ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ... انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ ایک دو روز کے بچے تھے: قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا... لوگ کہنے لگے جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے ابھی ماں کی گود میں پڑا ہے۔ اس سے ہم کیا بات کریں کہ آپ اس کی طرف اشارہ کر رہی ہیں: كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا... کس طرح ان سے بات کر سکتے ہیں۔ جو ابھی گود کا بچہ ہے، ابھی پیدا ہوا ہے، آپؑ نے گود میں لیا ہے تو یہ ہم سے باتیں کرے گا، ہم اس سے سوال کریں؟ جب وہ یہ اعتراض کر رہے تھے تو عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود سے گویا ہوئے: قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ... آپؑ نے فرمایا لوگو! میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ کا نبیؑ ہوں، اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا... اللہ نے مجھے ایک کتاب بھی دی ہے اور مجھے نبیؑ بنایا ہے۔ نبوت اللہ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے اور نبیؑ کی ذاتی صفت بن جاتی ہے۔ ازل میں فیصلہ ہو چکا کون نبیؑ ہوگا اسے نبوت عطا کر دی گئی۔ نبیؑ پشتِ پدر میں نبیؑ ہوتا ہے، شکمِ مادر میں نبیؑ ہوتا ہے، دُنیا میں پیدا ہوتے وقت بھی نبیؑ ہوتا ہے، دُنیا سے جاتے ہوئے بھی نبیؑ ہوتا ہے، برزخ میں بھی نبیؑ رہتا ہے، میدانِ حشر میں بھی نبیؑ ہی ہوگا، جنت میں بھی نبیؑ ہی ہوگا۔ اس کی نبوت اس کی عظمتِ نبوت اس کی شانِ رسالت قائم رہے گی۔ بعثت ایک الگ شے ہے لوگوں پر تب ظاہر ہوتا ہے جب نبیؑ مبعوث ہوتا ہے۔ آپؑ کی بعثت بعد میں ہوئی۔ کتاب بعد میں نازل ہوئی لیکن آپؑ وقت سے پہلے اطلاع دے رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ... میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا... اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبیؑ بنایا یہ واقعہ بعد میں ہونا تھا لیکن اتنا یقینی تھا کہ انہوں نے فرمایا یہ ہو چکا۔ عربی کا ایک قاعدہ ہے جس کام کے ہونے کا یقین ہو اگر مستقبل میں بھی ہونا ہوتا ہوا سے صیغۂ ماضی میں شمار کرتے ہیں کہ یہ ہو چکا یعنی یہ ضرور ہو گا وہی اُصول یہاں استعمال ہوا کہ ابھی تو وہ جوان ہوں گے، لیکن انہوں نے فرمایا: اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا... اللہ نے مجھے کتاب بھی دی ہے۔ نبیؑ بھی بنایا ہے یہ اتنا یقینی ہے یہ سمجھ لو یہ ہو چکا۔ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ... مجھے بابرکت بنایا۔ میں جس حال میں بھی ہوں، جہاں بھی ہوں اللہ کی طرف سے میں بابرکت ہوں۔ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ... اور مجھے اللہ نے نماز، عبادت اور زکوٰۃ کا حکم فرمایا۔ نماز سارے کردار کی پاکیزگی ہے۔ دو ہی چیزیں ہیں انسان کی ایک اس کا کردار اور ایک اس کا مال ہے۔ باقی ساری چیزیں ان پر استوار ہوتی ہیں۔ بنیادی چیزیں، ایک بندے کی ذات ہے، ایک اس کا مال ہے۔ اس کی ذات، اس کا عہدہ، اس کا علم، اس کی صفات ایک یہ چیز ہے۔ ایک اس کے پاس دُنیا کے اسباب ہیں۔ دونوں باتوں میں فرمایا کہ مجھے ذاتی طور پر نیکی کا، عبادت کا، اللہ کریم سے جڑنے رہنے کا، اللہ کی عبادت کرنے کا، اللہ کی یاد میں رہنے کا، اللہ کے ذکر کا، صلوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ وَ الزَّكٰوةِ... اور مال کو پاکیزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ میرے پاس جو مال ہو گا وہ بھی حلال جائز وسائل سے آتا ہے۔ پاکیزہ اور حلال ہو گا اور اس میں سے زکوٰۃ دی جائے گی۔

مَا دُمْتُ حَیًّا... یہ دونوں احکام پوری زندگی کے لیے ہیں۔ بلوغت سے لے کر موت تک ہم اس کے مکلف ہیں کہ اس کو ایسا ہی پاک صاف رکھا جائے۔

وَ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ... اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والا نیک اور صالح بنایا ہے چونکہ آپ کی صرف والدہ تھیں۔ والدہ سے پیدا ہوئے تھے۔ قدرتِ باری سے بغیر والد کے پیدا ہوئے تھے اس لیے والدہ کا ذکر فرمایا۔ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا... مجھے سخت یا سرکش یا بدبخت نہیں بنایا۔ جبار کہتے ہیں سرکش کو، باغی کو، نافرمان کو، زبردستی کرنے والے کو، جبر کرنے والے کو اور شقی کہتے ہیں بدبخت کو، تو فرمایا اللہ نے مجھے نہ زبردستی کرنے والا سرکش بنایا ہے اور نہ بدنصیب بنایا ہے۔ بلکہ خوش نصیب بنایا ہے، نیک بخت بنایا ہے، خوش بخت بنایا ہے۔ انبیاء ؑ ہمیشہ اعلیٰ نسب سے آتے ہیں اور ہمیشہ انبیاءؑ کے والدین بھی نیک ہوتے ہیں غلط کار نہیں ہوتے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اپنی ولادت تک میں جس بھی مرد کی پشت میں رہا اور جس بھی والدہ سے پیدا ہوا یعنی میری نسل جہاں تک آدم علیہ السلام تک ہے ان میں سے کسی کا باپ کسی کی ماں غلط کار نہیں ہے، بدکار نہیں ہے۔ انبیاء ؑ ہمیشہ اعلیٰ نسب سے منتخب کیے جاتے ہیں۔ ولایت میں بھی جب مناصب عطا ہوتے ہیں تو وہ اعلیٰ نسب کے، اعلیٰ خاندانوں کے لوگ ہوتے ہیں۔

انسان تو سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور پھر آدم ثانی ہیں نوح علیہ السلام طوفانِ نوح علیہ السلام میں ساری انسانیت غرق ہو گئی، جہاں جہاں انسانی آبادی تھی سوائے ان لوگوں کے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور بچ گئے ان میں سے بھی کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ آگے ساری آبادی جو ہوئی وہ نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہوئی۔ آگے ان کے پوتے پڑپوتے اس طرح سے بڑھی تو سارے بندے اولاد تو آدمِ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام سے ہے۔ لیکن جو پیشے بڑھے، جوں جوں کردار بدلے، تو اس طرح جینز بھی بدل گئے تو کچھ لوگ جن کا کردار اعلیٰ رہا اور جن کا طور اطوار پاکیزہ رہا اور اخلاق صحیح رہے اور انہوں نے اپنے نسب کی حفاظت کی تو وہ خاندان مدتوں چلتے رہے چل رہے ہیں، چلتے رہیں گے۔ اعلیٰ نسب ہوں گے اُن کے کردار اچھے ہوں گے، ان کا احترام ہوگا۔ لوگوں میں اور ان کی عزت ہوگی اور ایسے ہی لوگوں میں سے انبیاءؑ چنے جاتے رہے۔

جو لوگ اپنے کردار کی وجہ سے گھٹیا ہو گئے، سوچ گھٹیا ہوگئی پھر وہ بات جینز میں چلی جاتی ہے، آگے نسل جو ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے۔ گویا اپنا کردار ضائع کرنا یا گھٹیا کرنا یا کمینگی اختیار کرنا صرف اپنے لیے جرم نہیں ہے بلکہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ آنے والی نسلوں کو بھی کمینہ بنا دیتی ہے۔ یعنی انسان کو صرف اپنے لیے زندہ نہیں رہنا چاہیے، اپنے پہلوں کی عزت بحال رکھنے کے لیے اپنا کردار صحیح رکھنا چاہیے، اور اپنی آنے والی نسل کے لیے بھی کردار صحیح کرنا چاہیے یا پاکیزہ رکھنا چاہیے۔

چنانچہ آپؑ نے فرمایا کہ میں تو اللہ کی ایسی خوش نصیب ہستی ہوں کہ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ... اللہ کی سلامتی ہے مجھ پر، اللہ کی طرف سے امان ہے میرے لیے، اللہ کی طرف سے رحمت ہے مجھ پر جب میں پیدا ہوا۔ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ... اور پھر مجھے بھی مرنا ہے لیکن میری موت بھی اللہ کی طرف سے سلامتی ہے، اللہ کی رحمت کے زیرِ سایہ ہے جب میں مروں گا۔ تب بھی مجھ پر اللہ کی سلامتی ہوگی وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا... اور جب اللہ دوبارہ زندہ کرے گا اور میں بھی زندہ کیا جاؤں گا تب بھی مجھ پر اللہ کی سلامتی ہے یعنی میں تو اللہ کی سلامتی تقسیم کرنے والا اللہ کا نبیؑ ہوں، صاحبِ کتاب ہوں: ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ... اے میرے حبیب ﷺ انہیں بتا دیجیے کہ یہ تھے عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں جن کے بارے میں ان لوگوں نے کیا کیا خرافات گھڑ رکھی ہیں۔ کوئی ان پر الزام لگاتا ہے، کوئی انہیں اللہ کا بیٹا کہتا ہے۔ یہ سب غلط ہے، یہ سب الزامات ہیں، سب بہتان ہے۔ یہ حقیقت ہے عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت یہ ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے: قَوْلَ الْحَقِّ... اور یہ سچی بات ہے۔ یہ صحیح بات ہے قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ... یہ حقیقت ہے عیسیٰ علیہ السلام کی جس میں یہ جھگڑتے ہیں، ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں، ایک دوسرے سے مناظرہ کرتے ہیں۔ ساری حقیقت یہ

ہے کہ یہ تھے عیسیٰ علیہ السلام یہ پورا واقعہ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا دیا: مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ... اللہ کی شان تو اتنی بلند ہے کہ اسے زیبا ہی نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے یا اس کا کوئی بیٹا ہو اس لیے کہ اس جیسا دوسرا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ واحد لاشریک ہے نہ اس کا کوئی ماں باپ ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے اس جیسا دوسرا ہے ہی نہیں جبکہ اولاد میں تو والدین کی خصوصیات ہوتی ہیں جس طرح انسان کی اولاد انسان ہوتی ہے۔ بیٹا طاقتور ہوسکتا ہے، بیٹا کمزور ہوسکتا ہے، باپ عالم ہوسکتا ہے، بیٹا جاہل ہوسکتا ہے۔ باپ خوبصورت ہوسکتا ہے، بیٹا بدصورت ہوسکتا ہے، باپ صحت مند ہوسکتا ہے، بیٹا بیمار ہوسکتا ہے، کمزور ہوسکتا ہے۔ لیکن انسان کا بیٹا ہوگا تو انسان ہی۔ (معاذ اللہ) اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو وہ بھی اللہ ہی ہوتا۔ اس میں الوہیت کی خصوصیات ہونی چاہیے تھیں۔ پھر بھوک پیاس لگنا، ضروریات رکھنا، پیدا ہونا یا مرنا، یہ تو اللہ کی شان سے بعید ہے۔ وہ ان چیزوں سے بالاتر ہے۔ اللہ کا نبیؑ بھی ہو تو اس میں ساری انسانی خصوصیات ہوتی ہیں، ساری ضروریات انسانی، حوائج ضروریہ اس کے ساتھ ہیں۔

سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ... تم تو موجود دُنیا کو جانتے ہو جو چیزیں تمہارے سامنے ہیں تم تو ان کو جانتے ہو اللہ کے علم میں ہر چیز موجود ہے، کوئی غائب نہیں۔ اس کے سامنے ہر چیز موجود ہے، اس کا علم حضوری ہے، اس میں نہ کوئی ماضی ہے نہ مستقبل ہے۔ ہر چیز ہر حال میں اللہ کے علم میں موجود ہے اور وہ جب چاہتا ہے جو کرنا چاہتا ہے، کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف حکم دیتا ہے اسے کہ ہو جا اور ہو جاتا ہے۔ یعنی ہر شے معدوم ہے، دنیا میں اس کا کوئی سراسراغ نہیں ہے لیکن اللہ کے رُوبرو تو موجود ہے۔ وہ اُسے کہتا ہے ہو جا وہ دُنیا میں فوراً ہو جاتی ہے۔ موجود کو حکم دینا تو اور بات ہے۔ وہ معدوم کو حکم ارشاد فرماتا ہے حکم دیتا ہے اور معدوم عدم سے وجود میں آجاتا ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ... اور یقیناً ہی اللہ ہے جس کی یہ شان ہے۔ یہی میرا پروردگار ہے۔ اللہ میرا خالق بھی ہے، میرا رازق بھی ہے، میری فریاد سننے والا بھی ہے۔ ہر جگہ ہر نعمت مجھے پہنچانے والا بھی ہے۔ میری زندگی کی ایک ایک تار اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ وہی میرا پروردگار ہے اور سُن لو، لوگو تم سب کا بھی وہی پروردگار ہے۔ یہ عجیب کمال ہوتا ہے انبیاءؑ میں کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اللہ کے حکم سے تو انہوں نے بھی یہ فرمایا پہلا کلمہ ہی یہی فرمایا: اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ... پہلا جملہ ہی یہی فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ کی عبادت میں بھی کروں گا، تم بھی کرو۔ یہاں بھی وہی ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ میرا بھی رب ہے۔ تمہارا بھی پروردگار ہے۔ فَاعْبُدُوْهُ... اسی کی عبادت کرو۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی ذاتِ اقدس کو سجدہ نہیں کروایا۔ ہر بندے سے کہا کہ سجدہ براہِ راست تم اللہ کو کرو۔ تمہارا اللہ بھی وہی ہے، میرا اللہ بھی وہی ہے۔ میری ساری حاجات پوری کرنے والا بھی اللہ ہے یقیناً اور لوگو تم سب کی ساری ضروریات پوری کرنے والا بھی اللہ ہی ہے لہٰذا اس کی اطاعت کرو، اسے سجدہ کرو، اس کی عبادت کرو۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ... یہ سیدھا راستہ ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر اُمیدیں دوسروں سے وابستہ کرنا یہ سیدھا راستہ نہیں ہے۔ تم اپنی ساری اُمیدیں ایک ذاتِ وحدہ لاشریک سے وابستہ کرلو تمہیں ہر نعمت وہیں سے ملے گی لہٰذا اسی کی اطاعت اختیار کرو۔ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ... پھر لوگ بٹ گئے۔ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ لوگ مختلف دھڑوں میں بٹ گئے۔ کسی نے اللہ کی بجائے مخلوق کی پوجا شروع کر دی، کسی نے پتھر کی، کسی نے بتوں کی، کسی نے سورج کی، کسی نے آگ کی، کسی نے فرشتوں کی، کسی نے برائے نام اللہ کے بیٹے بنا لیے اور ان کی پوجا شروع کر دی لیکن ارشاد فرمایا: فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ... لیکن جس کسی نے بھی قیامت کا اور اللہ کے حضور حاضری کا انکار کیا اس کے لیے بہت برائی بہت خرابی ہے، وہ تباہ ہو گیا، وہ اُجڑ گیا۔ جو بھی عظمتِ الٰہی کو چھوڑ دے، حضورِ حق میں پیش ہونے کی تیاری نہ کرے اور اس پر ایمان نہ لا کے کسی فرقے میں چلا گیا اس نے خود کو برباد کر لیا۔ اللہ کا تو کوئی نقصان نہیں کر سکتا، اس کی شان تو کم نہیں ہوتی۔ اللہ کے دین کا بھی کوئی نقصان نہیں کر سکتا۔ اللہ کا دین بھی ان شاء اللہ ہمیشہ قیامت تک باقی رہے

گا۔ جو مخالفت کرتا ہے وہ خود کو تباہ کر لیتا ہے۔ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ... فرمایا جب میدانِ حشر قائم ہوگا دربارِ الٰہی ہوگا تو دیکھنا یہ کیسے دیکھتے ہیں اور کیسے سنتے ہیں۔ جب دوزخ بھی سامنے لائی جائے گی جنت بھی قریب ہوگی تو انہیں ہر چیز کا یقین آ جائے گا کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہوں گے۔ سارے حالات وواقعات اور فرشتے بھی نظر آ رہے ہوں گے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى...... (النازعات:36) دوزخ بھی کھینچ کے لائی جائے گی۔ جنت بھی قریب سجا کر کھڑی کر دی جائے گی۔ دیکھو جنت بھی دیکھ لو دوزخ بھی دیکھ لو تو پھر دیکھے گا۔ یہ دیکھ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ... یہ دیکھ کیسے دیکھنے اور سُننے والے ہوں گے لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ... لیکن آج کے دن دُنیا میں یہ ظالم غلط کار، غلط کام کرنے والے کتنی بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں کہ حقائق کا انکار کیے پھرتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے مفروضے بنا رکھے ہیں۔ ساری کی ساری ہدایت اللہ کے نبیؐ کے ارشادات اور اللہ کی کتاب میں ہے۔ اس سے باہر کچھ نہیں جو کچھ بھی گھڑتا ہے وہ گمراہی ہے۔ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ... فرمایا انہیں اس دن سے ڈرائیں جب فیصلے ہوں گے۔ ابھی تو لوگ کام کر رہے ہیں، عمل کر رہے ہیں اور وہ لکھے جا رہے ہیں اللہ بڑا غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے ہر جرم پر گرفت نہیں کرتا ورنہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم ہر جرم پر گرفت کرتے تو شاید دُنیا میں کوئی بھی نہ بچتا انسانوں کے لیے زندگی دشوار ہو جاتی وہ مہربانی فرماتا ہے لیکن علمائے حق فرماتے ہیں گناہ زہر ہے اگر زہر کھانے سے قے وغیرہ شروع ہو جائے، پیچش ہو جائیں تو بندے کی جان بچ جاتی ہے۔ گناہ صادر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے کوئی چھوٹی موٹی سزا آ جائے تو توبہ کا سبب بن جاتی ہے لیکن اگر کچھ بھی نہ ہو، یہ ہضم ہو جائے تو فرماتے ہیں یہ زہر ہے اگر زہر ہضم ہو جائے تو موت کا سبب بن جاتا ہے۔ پھر ایمان مر جاتا ہے، بندے میں ایمان نہیں رہتا تو فرمایا انہیں اس دن سے ڈرایئے وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ... جس دن ہر کوئی حسرت کرے گا اور فیصلے ہوں گے وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ آج تو وہ غفلت میں پڑے ہیں۔ ایمان نہیں لا رہے لیکن اس دن کیا کریں گے جب فیصلے ہوں گے پھر کیا کریں گے؟ اور وہ حسرت کا دن ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اس دن جنتی بھی حسرت کریں گے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ جنتی کیوں کیسے حسرت کریں گے، جو بخشے گئے وہ تو کامیاب ہو گئے، فرمایا، جنتی کا بھی جو دَم، جو وقت ذکر کے بغیر گزرا ہوگا اس پر وہ بھی حسرت کریں گے کہ کاش یہ وقت بھی یادِ الٰہی میں بسر کیا ہوتا یہ بھی اللہ اللہ میں بسر کیا ہوتا، کاش اس وقت میں دو رکعت اور پڑھ لیتا، اس وقت نوافل پڑھ لیتا، کاش! اس وقت میں تلاوت کر لیتا، درود شریف پڑھ لیتا، تسبیحات پڑھ لیتا۔ جو لمحہ ذکرِ الٰہی سے خالی گزر رہے گا اس پر جنتی بھی حسرت کریں گے کہ میں اسے خالی نہ جانے دیتا اور مجھ پر اور برکات ہوتیں۔ دوزخی تو ہیں ہی حسرت زدہ۔ ان کا تو ایمان ہی نہیں ہے۔ ایمان نہیں ہے تو عمل کہاں! تو پلے کچھ بھی نہیں ہے اور ادھر فیصلے کی گھڑی ہے تو وہ حسرت سے مریں گے۔ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ... فرمایا یہ بے وقوف ساری عمر میرا میرا میری میری کرتے مرجاتے ہیں۔ یہ زمین میری، یہ مکان میرا، یہ گاڑی میری، یہ دولت میری، یہ عہدہ میرا، یہ بادشاہی میری، کچھ بھی کسی کا نہیں اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا... زمین کے مالک بھی ہم ہیں اور وارث بھی زمین کے اندر بھی اور جو کچھ اس کے اوپر ہے وہ بھی ہمارا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ایک گھاس کے تنکے سے لے کر بلند ترین پہاڑ تک۔ ایک ادنیٰ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک ایک معمولی چیونٹی سے لے کر بڑی سے بڑی مچھلی تک جو کچھ بھی ہے سب ہمارا ہے۔ زمین بھی ہماری ہے جو کچھ زمین پر ہے وہ بھی ہمارا ہے تمہارا اس میں کچھ بھی نہیں ہے نہ تو نے کوئی چیز پیدا کی جو میں عطا کر دیتا ہوں اس پر میرا شکر ادا کرو شکایتیں نہ کرتے رہو یعنی اللہ کریم حلال جائز طریقے سے جو نعمتیں عطا فرماتے ہیں ان کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن ہمارا رویہ مختلف ہے۔ ہم ساری عمر شکایت ہی کرتے رہتے ہیں۔ (اس سے آگے صفحہ نمبر 16 پر)

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

10 جون 2014ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سوال: خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے لیکن درمیان میں کوئی چیز حائل ہوجاتی ہے۔زیارت واضح نہیں ہوتی ؟

جواب: نبی ﷺ کی زیارت کا ہونا اللہ کریم کا بہت بڑا انعام ہے۔اور اس کی تعبیر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھی ہے کہ کسی کو زیارت ہوجائے تو اس کے ایمان پر خاتمہ کی دلیل ہوتی ہے یعنی حضور ﷺ کی زیارت خواب میں ہوجائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انجام بخیر ہوگا لیکن اس میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ شیطان حضورِ اکرم ﷺ کی شکل نہیں بنا سکتا۔اُس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے لیکن کسی بھی شکل میں حلیہ بنا کر دعویٰ کرسکتا ہے کہ رسول اللہ ہوں تو اس کے لئے علمائے حق نے لکھا ہے کہ جس بندے کو آپ ﷺ کا حلیہ مبارک یاد ہو، جانتا ہو، پڑھا ہو، کتبِ سیرت میں ساری تعلیمات ملتی ہیں اور پھر اگر خواب میں کوئی دعویٰ کرے کہ میں رسول اللہ ہوں یا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں تو اُسے حلیہ مبارک یاد ہو اُسے دیکھنا چاہئے۔دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کا خواب صحیح ہو لیکن اُسے زیارت نہ ہو یہ عموماً ہوتا ہے اس کے لئے صفائے قلب کی ضرورت ہے اور یہ از خود نہیں ہوتی اور بہت مجاہدہ اور محنت کرنا پڑتی ہے آئینہ دل میں سب کچھ نظر آتا ہے اگر کوئی پردے حائل ہوتے ہیں تو وہ دل میں ہوتے ہیں۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک سوال پوچھا تھا کہ تمام صوفیہ نے لاکھوں مریدوں میں چھانٹ کر ایک، دو، تین، چار یا بعض حضرات نے زندگی بھر کسی ایک کو بھی قلبی ذکر نہیں سکھایا، ظاہری اصلاح فرماتے رہے، زبانی تسبیحات پڑھنے کو کہہ دیں، تلاوت کے لئے قرآن کریم کا کوئی حصہ یا سورت بتادی اور نیکی پر لگا دیا کہ ذکر قلبی پہلے بہت کم سکھایا گیا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تو ہر آنے والے کو دے دیا اسے عام کردیا تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان تحریراً موجود ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون المرشد میں آیا ہوا تھا وہ میں پڑھ رہا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں بھی جانتا ہوں کہ یہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ یا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نہیں بنیں گے لیکن اب ایسا دور ہے کہ کوئی اللہ، اللہ نہ کرے، ذکر اذکار نہ کرے تو اس کے عقائد بھی درست نہیں رہتے۔

اس ذکر قلبی کی برکت سے کم از کم یہ ہوتا ہے کہ بندہ از خود اپنے عقائد صحیح کرلیتا ہے۔اس سے غلطی ہوتی ہے تو اس کی اصلاح کرلیتا ہے ورنہ لوگ دھڑوں میں بٹ چکے ہیں۔اہل سنت میں پہلے دیوبندی اور بریلوی تھے اب بریلوئیوں کے بھی کئی دھڑے بن چکے ہیں۔دیوبندیوں کے تو خیر ایک دوسرے کو کافر کہنے والے بھی دھڑے ہیں۔ایک کہتا ہے کہ میں دیوبندی ہوں دوسرا کہتا ہے میں دیوبندی ہوں لیکن ایک دوسرے کو کافر بھی کہتے ہیں اس قدر لوگوں میں تفریق ہوچکی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے جو دھڑے دیوبندی ہیں یا بریلوی یا اہل حدیث ہیں یا غیر مقلد ہیں ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے تشریحات کا فرق ہے اصول کا نہیں ہے۔دھڑا بندی وہاں ہوتی ہے جہاں اصول مختلف ہوتے ہیں۔اصول میں اختلاف نہیں ہے، تشریحات میں فرق ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ کارِ ثواب ہے کہ ایک بات کے کئی پہلو ہیں ایک نے ایک پہلو پر عمل کرلیا دوسرے نے دوسرے پہلو پر عمل کرلیا یہ اچھی بات ہے مثلاً مشہور دو تین ہی باتیں

ہیں۔ رفع یدین ہے یا آمین بالجہر ہے یعنی بلند آواز سے آمین کہنا ہے تو رفع یدین کا حکم تو ثابت ہے اب اہل حدیث میں یا فقہ مالکی میں ہے کہ ہر تکبیر پر ہاتھ اٹھا لیا۔ فقہ حنفی میں ہے کہ تکبیر اُولیٰ پر جو ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں وہ کافی ہیں پھر ہر تکبیر پر اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے تو حنفی تکبیر اولیٰ پر اُٹھاتے ہیں دوسرے ہر تکبیر پر اٹھاتے ہیں تو یہ فرق تشریح کا ہے اصل کا نہیں ہے۔ اصل حکم تو رفع یدین کا ہے وہ سارے مانتے ہیں۔ آمین کا حکم موجود ہے کہ امام جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو آمین کہو۔ اب ایک گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ جب آمین کا حکم ہے تو زور سے کہو اب دوسرے کہتے کہ جب امام صاحب کے پیچھے کھڑے ہو باقی دل میں پڑھتے رہتے ہیں تو صرف آمین زور سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہر ایک کے پاس اپنے دلائل ہیں تو بات کے دونوں پہلوؤں پر عمل ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی مذہبی منافرت کی یا دھڑا بندی کی ضرورت نہیں لیکن یہ عہد ایسا آ گیا ہے کہ لوگوں نے ہر چیز کو پیشہ بنا لیا ہے۔ دین بھی پیشہ بن گیا ہے۔ پیشہ ہوتا ہے روزی کمانے کے لئے۔ آپ کوئی بھی پیشہ اختیار کرتے ہیں تو اس کا مقصد پیسہ کمانا ہوتا ہے، روزی کمانی ہوتی ہے۔ لوگوں نے دین کو بھی پیشہ بنا لیا ہے کہ اس سے روزی کماؤ اب وہ اختلاف کو ہوا دیتے ہیں ان کا مقصد لوگوں کا مقابلہ کروانا ہے وہ اپنا پیٹ بھرتے رہتے ہیں۔ پیسے جمع کرتے رہتے ہیں ورنہ کوئی ایسے اختلافات نہیں ہیں۔ قرآن ایک ہے حدیث شریف کی کتابیں سب کے پاس ایک ہیں۔ اُن کی تشریحات وہی ہیں جو متقدمین نے لکھی ہیں اور دیوبندیوں کے مدرسوں میں وہی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جو بریلوی کے مدرسے میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ساری کتب نصاب ایک ہی ہیں تو پھر لڑائی کس بات کی ہے، اختلاف کس بات کا ہے؟ اگر آپ تشریحات میں کوئی فرق کرتے ہیں تو یہ ہو سکتا ہے۔ اس میں لڑنے کی یا ایک دوسرے کو کافر کہنے کی یا مارنے کی تو کوئی گنجائش نہیں ہے یہ جھگڑے ایسے عالموں نے پیدا کئے ہیں جو پیشہ ور ہیں ان کو عالم نہیں کہنا چاہئے کیونکہ انہوں نے دین کو پیشہ بنا لیا ہے۔ پہلی امتوں میں بھی یہود و نصاریٰ نے دین کو پیشہ بنا لیا تھا تو اس پر امتیں تباہ ہو گئیں تھیں یہی مصیبت ہمارے ہاں بھی ہے۔ ان باتوں نے، چیزوں نے تمام دین کو خلط ملط کر دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا دیدار ہونا بہت بڑی مبارک بات ہے لیکن اُس کے لئے یہ چیزیں یاد رکھنی چاہئیں ایک تو حلیہ مبارک آتا ہو دوسرا اس زیارت میں کوئی خلافِ شرع بات نہ ہو ورنہ ایسا یہاں تک ہوتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے استغراق ہوا، استغراق ہو جایا کرتا تھا جو محنت اور مجاہدے پر ہوتا ہے اور جو لوگ گھنٹوں کے حساب لطائف کرتے تھے ان کو ہوتا تھا۔ اب کسی کو نہیں ہوتا کہ آج کل وہ محنت نہیں رہی اور محنت کے ساتھ ایک قلبی رجحان ہوتا ہے۔ محنت تب ہوتی ہے جب دل اُس چیز کو چاہے۔ زبردستی نہیں ہوتی کہ دل نہیں چاہتا اور ہم وہ کر رہے ہیں۔ اس میں ہم میں وہ جو دلی رجحان ہوتا ہے اس میں کمی آ گئی ہے ہم خانہ پری کرتے ہیں کہ چلو اچھی بات ہے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے تو یہاں تو پھر بھی کوئی آدھا گھنٹہ تو ہو جاتا ہے جب گھر جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ جی صبح تو پانچ منٹ کیا تھا شام کا مِس (Miss) ہو گیا فلاں کام پڑ گیا تھا۔ شام کو کیا تھا صبح آنکھ نہیں کھلی پھر پہلے تو وہ چار پانچ منٹ پر آ جاتا ہے پھر وہ منٹ بھی چھوٹنے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دلی آرزو نہیں ہوتی کہ کریں۔ عقلاً کچھ سمجھ لیا کہ اچھی بات ہے دماغ نے سمجھا، دل نے سمجھا نہیں ہوتا تو جب دل سمجھتا ہے تو جو محنت وہ کرتا ہے اس پر استغراق ہوتا ہے اللہ کا شکر ہے ہم نے تو اس کا مزہ دیکھا ہے ہمیں بھی کبھی کبھی ہوتا تھا اب تو جیسے آپ ہیں ویسے ہم ہیں جس ٹولے میں بندہ مل جائے ویسا ہی بندہ ہو جاتا ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے استغراق ہو گیا۔ استغراق میں یہ ہوتا ہے کہ بدن بے حس ہو جاتا ہے، بندہ بات نہیں کر سکتا، ہل جل نہیں سکتا لیکن سن بھی رہا ہوتا ہے اور سمجھ بھی رہا ہوتا ہے۔

تو فرماتے ہیں میں استغراق میں ہی روضۂ اطہر پر حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص ڈولی میں بیٹھا ہے جیسے کمہار اٹھا کر لاتے ہیں بڑے بڑے لوگوں کو، راجوں کو مہاراجوں کو وہ اس میں بٹھا کر لاتے تھے، اس میں بڑا سجا سنورا، بڑی بڑی داڑھی، بال بنائے ہوئے بیٹھا

ہے تو میرے طرف پاؤں نکال کر بڑھا رہا ہے دعویٰ اس کا یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ ہوں اور میرے پاؤں پر بوسہ دو۔ کمال ہے۔ میں نے سوچا کہ نبی کریم ﷺ نے تو ساری زندگی کسی کو نہیں کہا کہ میرے پاؤں پر بوسہ دو۔ لوگوں نے پاؤں مبارک پر بہت سے بوسے دیئے یہ بھی ثابت ہے۔ ایک خاتون جس کے گھر کے چار افراد بدر کے جہاد میں شہید ہو گئے تھے، جب حضور ﷺ بدر سے واپس آرہے تھے تو وہ بدر کی طرف رسول اللہ ﷺ کے لئے چلاتی ہوئی بھاگ رہی تھی اسے کسی نے کہا کہ آج حضور ﷺ تو واپس تشریف لا رہے ہیں تو وہ راستے میں کھڑی ہو گئی تو اس نے اپنے شہداء کو بھول کر حضور ﷺ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا کیونکہ آپ ﷺ سواری پر تھے اور پھر کہا کہ جب آپ ﷺ ہیں تو کوئی مصیبت، مصیبت نہیں ہے۔ تو یہ ثابت ہے لیکن حضور ﷺ نے کسی کو حکم نہیں دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو عالم تھے فرماتے ہیں میں نے کہا کہ یہ تو شیطان ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اُسے تھپڑ مارا اور اس زور سے مارا کہ میرا استغراق کھل گیا اور میں اٹھ گیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ مجھے پریشانی یہ تھی میں روضۂ اطہر میں تھا اور روضۂ اطہر، روضةٌ مِن رياض الجنة ہے پھر جنت میں تو شیطان داخل نہیں ہو سکتا یہ کہاں سے آ گیا ہے تو تحقیق کی تو پتا چلا کہ جو حجرۂ مبارک حضور ﷺ کے زمانے میں تھا اس پر اضافہ کیا گیا ہے جو اضافہ کیا گیا ہے وہ ریاض الجنہ نہیں ہے۔ یہ جو جالی مبارک لگی ہوئی ہے یہ اُس کی حدود سے باہر لگی ہوئی ہے اور ایک طرف زیادہ بڑھی ہوئی ہے اصحابِ صفہ کی طرف زیادہ بڑھی ہوئی ہے تو جو حجرۂ مبارک سے باہر کی جگہ جالی مبارک کے اندر آ گئی ہے وہ اُس میں آ سکتا ہے کیونکہ وہ ریاض الجنہ نہیں ہے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا تھا کہ حدودِ حرم میں کافر داخل نہ ہو اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اگر کافر داخل ہوگا تو اس کے ساتھ شیطان بھی آئے گا۔ اب چونکہ وہ پابندی نہیں رہی۔ غیر ملکیوں پر کچھ پابندی لگاتے ہیں لیکن جو برائے نام مسلمان بنے ہوئے ہیں اور ہیں کافر جیسے مرزائی قادیانی یا دیگر گمراہ فرقے ہیں جو اصول کے منکر ہیں اور ایمان سے خارج ہیں تو ان پر پابندی نہیں ہے وہ جاتے ہیں تو شیطان بھی ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ مجھے کسی بچی نے ای میل (E-Mail) میں ایک تصویر بھیجی اور اس نے لکھا کہ میں دوسری منزل سے حرم کی تصویر لیتی ہوں کہ نیچے لوگ طواف کر رہے ہیں اور بیت اللہ شریف نظر آ رہا ہے تصویر لیتے ہوئے روشنی کا ایسا چھپا کا ہوا کہ میں نے سمجھا کہ کیمرہ جل گیا ہے۔ بعد میں دیکھا وہ کیمرہ تو ٹھیک تھا۔ وہ تصویر پرنٹ کرائی تو دیکھا کہ فرشتہ حرم کے اندر اڑ رہا ہے وہ تھا تو اس کے اور بیت اللہ کے درمیان لیکن لگتا تھا کہ بیت اللہ کے اوپر ہے وہ تصویر اس نے مجھے بھیجی۔ اگلے دن کوئی مجھے بتا رہا تھا کہ وہ فیس بک (Face book) پر تو عام ہے میں نے دیکھی تو میں نے اُسے لکھا کہ یہ تو شیطان ہے اس کی شکل تو کتے کی ہے۔ سینہ بھی کتے کا ہے فرشتے کتے کی شکل میں نہیں ہوتے یہ تو شیطان ہے اور یہی مصیبت ہے کہ جب کافر حرم میں گئے تو ساتھ یہ بھی چلا گیا اگر کافر حرم میں داخل نہ ہوتا تو اُس سے بھی محفوظ ہوتا۔ اگر معاملہ یہاں تک ہے تو پھر اپنے خوابوں کو، اپنے کردار کو پرکھنا چاہئے۔ اگر ہمارا کردار یہی ہے جو آج کل ہے تو پھر حضور ﷺ کا خواب میں آنا آسان بات نہیں ہے۔ اگر زیارت ہو جائے تو پھر کردار بدل جائے تو پھر تو بڑی بات ہے کیونکہ انجام بخیر ہونا ہے۔ انجام بخیر تو انہیں لوگوں کا ہوگا جن کا کردار درست ہوگا، عقیدہ بنیادی طور پر درست ہوگا۔ پھر عمل درست ہوگا تو اگر بندے کو حلیہ مبارک بھی نہیں آتا تو یاد رکھے کم از کم کہ اس زیارت سے میری کیا اصلاح ہوتی ہے۔ اگر نہیں ہوئی تو وہم بھی ہو سکتا ہے خیال بھی ہو سکتا ہے۔

سوال: ہمارے ایک پرانے ساتھی کی گھر والی کو نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ اس کی روحانی بیعت آپ ﷺ نے فرما دی ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کی روحانی بیعت ہو گئی ہے؟

جواب: اس طرح بیعت ہوتی تو ہر کوئی کر لیتا یہ دھوکہ ان لوگوں کو وہاں سے لگتا ہے جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر بعض اولیاء اللہ تک عموماً مشاہدے کو خواب کہہ دیتے ہیں۔ بزرگوں کو وہ چیز

نظر تو کشفاً آتی ہے لیکن وہ اسے کشف لکھنے سے اجتناب فرماتے ہیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی چیزیں لکھی ہیں۔ جیسے فرمایا خواب میں مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ تو وہ خواب سے ان کی مراد ہوتی ہے کہ انہیں مشاہدہ ہوا، کشفاً وہ کام ہوا۔ تو بزرگوں کی عادت ہے کہ وہ اُسے خواب لکھ دیتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک نے اس طرح لکھا ہے۔ اب ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آرہا تھا، بدر سے گزرا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ زمین سے نکلتا ہے۔ ایک فرشتہ اس کے پیچھے پیچھے ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا ہتھوڑا ہے۔ وہ اس کے سر میں مارتا ہے۔ وہ ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے، پھر سلامت ہوجاتا ہے، وہ پھر مارتا ہے وہ بھاگتا ہوا زمین میں گھس جاتا ہے وہ فرشتہ اس کے پیچھے گھس جاتا ہے۔ پڑتا، مرتا، مارکھاتا پھر باہر نکلتا ہے پھر زمین میں گھس جاتا ہے پھر اُسے فرشتہ پیچھے پیچھے مارتا جارہا ہے تو انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر یہ صورتِ حال عرض کی تو انہیں یہ بتایا گیا کہ یہ ابوجہل ہے اور اسی گڑھے میں اسے پھینکا گیا تھا۔ اس پر عذاب ہے۔ اب اس واقعہ کو بھی انہوں نے خواب لکھ دیا تو کیا وہ راستے میں بدر میں آکر سو گئے تھے تو خواب آ گیا؟ گزر رہے تھے تو ایک مشاہدہ ہوا وہاں ٹھہرے ہوئے تو نہیں تھے۔ وہ مشاہدے کو بھی خواب لکھ دیتے ہیں کیا خواب میں کسی کی بیوی کو وزیراعظم بنادیا جائے تو وہ جب اُٹھے گی تو کیا وہ وزیراعظم ہوگی؟ خواب میں کسی کو کھانا کھلا دیا جائے تو پھر صبح اُٹھ کر تو اُسے ناشتے کی ضرورت تو نہیں ہوگی۔ جو بزرگوں نے خواب لکھے ہیں وہ اُن کے مشاہدے ہیں۔ ہر بندہ جو اپنے خواب کو اُس سطح پر لے جاتا ہے یہ درست نہیں ہے اب یہ بھی تصدیق نہیں ہوسکتی کہ خواب میں کوئی کہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میری بیعت کرو۔ یہ تصدیق اُس کا عقیدہ یا اس کا کردار کرسکتا ہے۔ اس کو خود کو پتا ہوگا یا اللہ کو پتا ہوگا۔ تو اس طرح روحانی بیعت نہیں ہوتی۔

سوال: شرفاء عالم دین حضرت عطاءاللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اپنی محافل میں اکثر فرمایا کرتے تھے اُن کا کوئی واقعہ اصلاحِ حال کے لئے بیان فرمائیں؟

جواب: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تو بڑے واقعات ہیں اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اللہ کے بڑے مقرب بندے تھے اور مردِ مجاہد اور اپنے وقت میں انہوں نے اپنی ساری زندگی اسلام کے لئے جہاد کیا میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں یہ بہت سی باتیں کرتا رہوں لیکن ایک چھوٹا سا واقعہ میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔

بھون میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا جلسہ ہورہا تھا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے جلسے بڑے بھرپور ہوا کرتے تھے شائد آج کے زمانے میں جلسوں میں کرسیاں تو کم ہی ہوتی ہیں لوگ چٹائیوں پر دریوں پر بیٹھ جاتے تھے تو اس زمانے میں تو دریاں اور چٹائیاں بھی نہیں ہوتی تھیں۔ مقرر کے لئے ایک سٹیج بنادیتے تھے اور نیچے فرشِ خاک پر مخلوقِ خدا جمع ہوجاتی تھی۔ بہت بڑا جلسہ تھا یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے تو ایک ہندو نے سوال کاغذ پر لکھ کر بھیجا۔ چٹیں لکھ کر بھیجتے تھے آج بھی بھیجتے ہیں۔ تو اس نے سوال لکھ کر بھیجا کہ ہندو مذہب میں جب کسی مرد کی شادی کسی عورت سے ہوجاتی ہے تو وہ ٹوٹتی نہیں، ہندوؤں میں طلاق کا تصور نہیں ہے اور وہ عورت میت کے ساتھ جلا دیتے تھے اور اُسے بڑا اچھا سمجھا جاتا تھا کہ وہ عورت مرد کے ساتھ جل جائے۔ زندہ جلا دیتے تھے۔ اور اُسے ستی کہتے تھے اس نے کہا اسلام کونسا مذہب ہے کہ نکاح ہوتا ہے اور طلاق بھی ہوجاتی ہے؟ اس سے تو ہندو مت اچھا ہے۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مزے کے آدمی تھے اب یہ نہ کتابی سوال تھا نہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے کتابی جواب دینا تھا تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی کے پاس دھاگہ ہے تو وہ لاؤ۔ اب کسی کے پاس دھاگہ نہ تھا تو سٹیج پر کوئی نعت خوان کھڑا تھا تو اس نے اپنے ازار بند سے کھینچ کر دھاگہ نکالا۔ دھاگہ آ گیا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے اب چاقو لاؤ۔ چاقو آ گیا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے دھاگے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اُسے کہا کہ اسے کاٹو، اس نے کاٹ دیا، فرمایا کٹ گیا اس نے کہا ہاں جی کٹ گیا، شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے دھاگہ پھینک دیا، اب شاہ نے دونوں خالی ہاتھ یوں کھڑے کئے جیسے پہلے دھاگہ پکڑتے ہوئے کئے تھے اور فرمایا چاقو چلاؤ، پھر پوچھا کچھ کٹا؟ اس نے کہا کہ کچھ نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا، اسلام میں نکاح ہوتا

ہے تو ٹوٹتا ہے۔ تمہارا ہوتا ہی نہیں تو ٹوٹے گا کیا؟ دھاگہ تھا تو کٹ گیا۔ اب دھاگہ نہیں ہے تو چاقو پھیرتے رہو تو کٹے گا کیا؟ فرمایا کافر کا نکاح ہوتا ہی نہیں تو ٹوٹے گا کہاں سے؟ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے مزے کے آدمی تھے۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں بڑی جلدی میں تھا۔ ساستدان تھا اور صبح میری ہائی کورٹ میں پیشی تھی اور ایک فائیل جا کر وکیل سے ڈسکس کرنی تھی تو میں عشاء کے بعد فائیل بغل میں دبائے نکلا۔ وکیل گیارہ، بارہ تک اپنے دفتروں میں بیٹھے رہتے ہیں بلکہ اکثر دفتری کام عشاء کے بعد ہی شروع کرتے ہیں۔ میں وہاں جارہا تھا تو موچی دروازے میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا جلسہ ہو رہا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے سنا ہوا تھا کہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اچھے مقرر ہیں۔ مجھے فرصت تھی تو میں نے کہا کہ چلو پانچ، دس منٹ بات سن لیتا ہوں۔ وہ موچی دروازے میں سڑک کی طرف سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جن پر لوگ بیٹھ جاتے تھے درمیان میں گراؤنڈ ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سیڑھی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا کہ پانچ دس منٹ سنتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں۔ کہتا ہے مجھے تب پتا چلا جب شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر ختم کر دی اور کہا کہ فجر کی اذان کھورات بیت گئی ہے۔ تو جب لوگ اذان کہنے کے لئے اٹھے تو میں نے کہا "اوہ" میں تو عشاء سے بیٹھا ہوا ہوں۔ تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کے مقرر تھے اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

سوال: نظر بد یا نظر کا لگ جانا نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نظر بد اونٹ کو ہانڈی میں اور انسان کو قبر میں پہنچا دیتی ہے۔ تو اس تکلیف کا کوئی آسان حل تجویز فرما دیں؟

جواب: نظر بد ہو جاتی ہے یہ ایک کیفیت ہے۔ غیر اختیاری طور پر بندے میں آتی ہے تو اُسے پتا بھی نہیں ہوتا لیکن وہ کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اتنا متحیر ہوتا ہے تو ایک نظر نہ آنے والی کیفیت جو اس کے دل سے نکلتی ہے وہ اُس چیز کو نقصان پہنچاتی ہے۔ بعثتِ عالی کے زمانے میں عربوں نے بطور اختیاری چیز کے اِسے اپنایا اور اس پر محنت کی۔ جن لوگوں میں یہ جذبہ تھا کہ ان کی نظر لگتی تھی پھر وہ دنوں تک بھوکے رہتے اور راتوں کو جاگتے رہتے پھر اس کو مزید تقویت ملتی اور پھر وہ اردنا کسی چیز کو، جانور کو، انسان کو دیکھتے تو نظر لگ جاتی۔ وہ بیمار ہو جاتا تو مشرکین مکہ نے اس طرح کے جو ماہرین تھے اُن سے رابطہ کیا اور کہا کہ ہمارے پاس کوئی حل نہیں ہے یہ دین دن بدن بڑھتا جا رہا ہے تو تم نظر بد سے کچھ ایسا کرو کہ نبی کریم ﷺ کو نظرِ بد لگ جائے اور ان کا وصال ہو جائے اور ہماری مصیبت دور ہو جائے تو اس کا ذکر قرآنِ کریم نے فرمایا کہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنی نگاہوں سے نظروں سے تکلیف پہنچائیں یہ وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَیَقُوۡلُوۡنَ اِنَّہٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ۘ (القلم:51) آیۂ کریمہ اس ذکر خیر کے بارے نازل ہوئی تھی۔ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو نظر بد لگائیں اور جب اللہ کی بات اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص مجنوں ہے پاگل ہے۔ تو یہ آیۂ کریمہ اگر کسی کو نظر بد لگ جائے تو تین تین دفعہ درودِ پاک پڑھ کر، تین دفعہ یہ آیۂ کریمہ پڑھ کر پھونکی جائے تو وہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر کسی سے کوئی خطرہ کسی جگہ محسوس کریں تو یہ آیۂ کریمہ پڑھ لیں تو نظرِ بد اثر نہیں کرے گی تو ویسے بھی کسی چیز کو دیکھیں تو سبحان اللہ، الحمد للہ، ماشاء اللہ اس طرح کے کلمات کہیں جائیں تو اللہ اس کی حفاظت فرماتا ہے تو نظرِ بد کا علاج یہ آیۂ کریمہ ہے اور کوئی گولی ٹیکہ اس کا علاج نہیں ہے۔ سورۃ قلم کی یہ آخری آیت ہے یہ یاد کر لیں تو اپنی حفاظت کے بھی کام آئے گی اور دوسروں کے بھی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O

صفحہ نمبر 19 سے آگے

یہ اللہ کو پسند نہیں ہے ہاں کس کا ہوش ساتھ نہ دے، حواس ساتھ نہ دیں تو وہ اور بات ہے تو فرماتے ہیں کہ صاف ستھرا رہنا، اچھا لباس پہننا، اچھی غذا کھانا یہ ساری باتیں اس وقت درست ہیں جب حلال طریقے سے کمائی کی جائے اور پاک اور طیب کھائی جائے، حلال وسائل سے کپڑا حاصل کیا جائے اور اسے پاک اور صاف رکھا جائے۔ "یہ کوئی ولایت نہیں ہے کہ بال پریشان ہوں اور کپڑے پھٹے ہوئے ہوں۔

قسط نمبر 2

بشارتِ نبوی ﷺ سے متعلق ایک گمراہی کا ردّ

مولانا رشید احمد فریدی
مدرسہ مفتاح العلوم تراج، سورت

بشکریہ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند

زیارت رسول ﷺ چشم دل سے ہوتی ہے:

سب جانتے اور مانتے ہیں کہ خواب میں زیارتِ رسول ﷺ چشم دل سے ہوتی ہے؛ اس لیے کہ نیند میں ظاہری آنکھ بند ہوجاتی ہے؛ البتہ خواصِ اُمت میں جن اکابر کو بیداری میں زیارت رسول ﷺ کی دولت حاصل ہوئی ہے، وہ چشم دل سے ہے یا چشم سر سے؟ چونکہ بیداری میں ظاہری آنکھ کھلی ہوتی ہے؛ اس لیے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ زیارت ظاہری آنکھ سے ہو اس پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اَكْثَرُ مَاتَقَعُ رُؤْيَةُ النَّبِيِّ فِي الْيَقْظَةِ بِالْقَلْبِ ثُمَّ يَتَرَقّٰى اِلٰى اَنْ يَرىٰ بِالْبَصَرِ وَقَدْ تَقَدَّمَ الْاَمْرَانِ فِي كَلَامِ الْقَاضِي اَبِي بَكْرِ بْنِ الْعَرَبِ تَكِنْ لَيْسَتِ الرُّؤْيَةُ الْبَصَرِيَّةُ كَالرُّؤْيَةِ عِنْدَ النَّاسِ مِنْ رُؤْيَةِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ۔ یعنی زیارت رسول ﷺ جو بیداری میں بعض خواص کو نصیب ہوتی ہے اکثر وہ قلب کے ذریعہ ہوتی ہے پھر اگر اس مقام سے بھی ترقی ہوتی ہے تو بچشم سر بھی زیارت ہوجاتی ہے؛ لیکن یہ رویت بصری لوگوں کے نزدیک معروف طریقہ سے ایک دوسرے کو عام حالت میں دیکھنے کے مشابہ نہیں ہوتی ہے (تنویر الحلک/نوادرات کشمیری) حاصل یہ کہ حضور ﷺ کی رویت بہرحال قلب سے ہوتی ہے، اگرچہ بعض اہل ورع وتقویٰ کو بیداری میں بھی ہوجائے۔

خواب اور بیداری میں زیارت کا فرق:

شیطان، نبی کی صورت اختیار نہیں کرسکتا نہ خواب میں اور نہ بیداری میں اور حضور ﷺ کا دیدار بیداری میں بھی ممکن ہے تو پھر دونوں رویت میں کیا فرق ہے؟ ملاحظہ ہو؛ قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے ایک مرتبہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے پوچھا: مفتی جی! خواب اور بیداری میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے دیدار میں کیا فرق ہے؟ حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا کہ خواب میں دیکھنے کا اعتبار ہے، بیداری میں نہیں۔ شیخ الحدیثؒ نے پوچھا تو کیا شیطان بیداری میں حضور ﷺ کی صورت بنا سکتا ہے؟ حضرت فقیہ الامتؒ نے فرمایا کہ شیطان کو بیداری میں بھی نبی کی صورت بنانے کی قدرت نہیں ہے؛ لیکن خواب میں دیکھنے پر ضمانت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا واقعی اس نے مجھ کو ہی دیکھا ہے" بیداری میں دیکھنے پر یہ ضمانت نہیں ہے؛ اس لیے یہ ممکن ہے کہ بیداری (مکاشفہ وغیر مکاشفہ) میں کوئی شخص کسی بزرگ صورت کو دیکھے اور شیطان دیکھنے والے کی قوتِ متخیلہ میں یہ تصور پیدا کردے کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہے جبکہ خواب میں نبی ﷺ کی رویت پر جو القاء ہوتا ہے کہ اس نے نبی کو دیکھا یہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ شیطان کی طرف سے اور بیداری میں یہ حفاظت نہیں ہے۔

بیداری میں فرشتہ کو دیکھنا:

انبیائے کرام چونکہ صاحبِ وحی ہوتے ہیں؛ اس لیے وہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں، جیسا کہ احادیث اور واقعات شاہد ہیں، انبیاء کے علاوہ مؤمنین کے لیے فرشتہ کی رویت ہوسکتی ہے یا نہیں تو امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس موضوع پر "تَنْوِيْرُ الْحَلِكِ فِي رُؤْيَةِ النَّبِي

وَالْمَلِكِ۔ میں احادیث وآثار کے ذریعہ امکان ثابت کر کے چند صحابۂ کرامؓ کے واقعات ذکر کیے ہیں اور بطور خلاصہ لکھا ہے کہ تیرہ صحابۂ کرامؓ نے فرشتوں کو دیکھا ہے اور غیر صحابۂ کرامؓ میں چند ارباب احوال کے دیکھنے کا ذکر کیا ہے، بہرحال امام سیوطیؒ علوم میں تبحر رکھنے کے ساتھ اونچے مقام کے صاحب ولایت بھی تھے۔ ان کی تحقیق کے مطابق فرشتوں کو دیکھنا، اگرچہ ممکن ہے؛ لیکن اس کا وقوع ایسے ہی مومن کامل کے لیے ہوسکتا ہے جو صالحیت میں بلند مقام پر ہو؛ چنانچہ جن حضرات کے واقعات لکھے ہیں، وہ ایسے ہی درجہ کے لوگ تھے، یہی وجہ ہے کہ آج تک ہزاروں اولیاء اللہ گزرے ہیں؛ مگر گنتی کے چند ہی ہوں گے، جن کو زندگی بھر میں ایک یا دو مرتبہ ہی فرشتہ کا دیدار ہوا ہو۔

فراست ومکاشفہ کی لیاقت

فراست کی دو قسمیں ہیں، ایک جو تجربہ سے حاصل ہو، دوسری قسم جو نور یقین سے حاصل ہو اور یہ نور پیدا ہوتا ہے، نفس کو اخلاق رذیہ سے تزکیہ کرنے اور قلب کو صفاتِ ذمیمہ سے صفائی کرنے سے؛ خلاصہ یہ کہ فراست ایمانی انوارِ ربانی کے ذریعہ مغیبات (وہ اُمور جو حواسِ ظاہرہ سے پوشیدہ ہیں) کا مشاہدہ کرنے کا نام ہے۔ (مفتاح السعادۃ)

آگے صاحب مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں اِنَّ مَنْ كَانَ مُرَاقِبًا اَحْوَالَهٗ وَأَنْفَاسَهٗ، مُجْتَنِبًا عَنِ الْمَعَاصِيْ صَغَائِرِهَا وَ كَبَائِرِهَا، مُتَخَلِّقًا بِالْأَخْلَاقِ النبويةِ، مُتَحَلِّيًا بِالْآدَابِ الْمصطفويةِ، وَلَا يرى الْخَيْرَ والشرّ والنفعَ والضرَّ اِلَّا مِنَ اللهِ تَعَالٰى، وَلَا يَلْتَفِتُ اِلٰى مَخْلُوقٍ لِّعَرَضِ حَاجَتِهٖ وَلَا يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ تَكُوْنُ فَرَاسَتِهٖ كالشمس ساطعة انوارها الامعة اصواؤها ينطق بالصدق ويقول الحق۔ (ص 311 ج 1) یعنی جو شخص (1) اپنے احوال اور سانسوں کی نگرانی رکھنے والا ہو یعنی شریعت کا پابند ہو اور لایعنی میں کوئی لمحہ ضائع نہ ہو (2) صغائر وکبائر ہر قسم کے معاصی سے بچنے والا ہو (3) ظاہری اخلاق نبوی ﷺ سے آراستہ ہو یعنی اتباع سنت کا اہتمام کرنے والا ہو (4) باطنی آداب مصطفوی سے مزین ہو (5) نیکی وبدی، نفع وضرر ہر شے کو صرف اللہ کی طرف رجوع کرے (6) اور مخلوق پر لمحہ بھر کے لیے بھی اعتماد نہ کرے تو ایسے مومن کی فراست انتہائی روشن ہوگی؛ چنانچہ حدیث شریف میں ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ۔ کامل مومن کی فراست سے بچو؛ اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں اَلْمُكَاشَفَةِ هِيَ الاطّلاعُ عَلٰى مَاوَرَاءِ الْحِجَابِ مِنَ الْمَعَانِي الْغَيْبِيَّةِ وَالْأُمُوْرِ الْحَقِيْقِيَّةِ۔ یعنی مکاشفہ نام ہے معانی غیبیہ اور اُمور حقیقہ پر مطلع ہونے کا (جن کا ادراک حواسِ ظاہرہ سے نہیں ہوسکتا) پس فراست ہو کہ مکاشفہ دونوں میں ادراک و مشاہدہ قلب سے ہوتا ہے؛ چنانچہ اربابِ تصوف کے یہاں یہی مشہور اور مسلم ہے۔ حضرت مخدومِ جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ فرماتے ہیں: قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز حواس ظاہر سے غیبت میں ہوتی ہے نورِ بصیرت کے بغیر اس کو نہیں دیکھ سکتے (معدن المعانی ص 82)

مراقبہ اور توجہ

مراقبہ کے لغوی معنیٰ "نگرانی کرنا" ہے، اربابِ تصوف کے یہاں کسی شے کا تصور اس قدر کیا جائے کہ دل میں اس شے کا استحضار پیدا ہو جائے، جیسے مراقبۂ موت، مراقبۂ آیت الم یعلم بان اللہ یریٰ۔ وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ مراقبہ حصولِ استحضار کا ایک ذریعہ ہے۔

دل میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مگر چونکہ مراقبہ کی بنیاد تصور ہے اور شیطان کے لیے تصرف کا راستہ کھلا ہوا ہے؛ اس لیے روحانیت کا حصول مراقبہ کے ذریعہ کمزور ہے۔ پس جب کہ شریعت میں خواب حجت نہیں ہے تو مراقبہ جو کہ بحالت بیداری ذہنی تصور ہوتا ہے، وہ کہاں قابلِ اعتماد ہوسکتا ہے؛ چنانچہ حضرت فقیہہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ایک مرتبہ دورانِ سفر بمبئی کے قیام میں ایک مجلس میں (اور راقم الحروف حاضر تھا) وعظ کرتے

ہوئے فرمایا تھا کہ "بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ مراقبہ کے ذریعہ صاحب قبر سے استفادہ کریں گے، حالانکہ جب زندہ پیر سے استفادہ کی صلاحیت نہیں رکھتے تو مردہ پیر سے کس طرح استفادہ کریں گے، پھر فرمایا کہ آدمی آنکھ بند کر کے سر جھکائے (مراقبہ کی حالت میں) بیٹھے یہ سمجھے گا کہ اللہ کی طرف سے معانی کا القاء ہو رہا ہے، یا صاحب قبر کی طرف سے فیض پہنچ رہا ہے؛ حالانکہ وہ گرو گھنٹال (شیطان) اس کے قلب ودماغ پر تصرف کر رہا ہوتا ہے۔" حضرت کا منشا مرشد سے اس کی زندگی میں استفاضہ پر اُبھارنا اور مراقبہ سے استفادہ پر خطرہ سے آگاہ کرنا ہے۔ مراقبہ کے ذریعہ استفادہ ہونے کا انکار نہیں ہے؛ چنانچہ اگر زائر مراقب صاحب نسبت ہو اور صاحب مزار بھی صاحب نسبت ہو اور دونوں کی نسبت میں تناسب ہو تو مراقبہ سے نفع متوقع ہے (بوادر النوادر ص 85 ج 2) اور کبھی استحضار کی کیفیت کو بھی مراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں (روح تصوف ترجمہ رسالہ قشیریہ)

نیز اصلاح وافادہ کا اصل ومفید طریقہ وعظ وتذکیر ہے جس کا نافع ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور جس کا اثر دائمی ہوتا ہے، اس کے بالمقابل "توجہ" سے اگرچہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے؛ لیکن اس کا اثر عموماً وقتی اور عارضی ہوتا ہے گویا توجہ سے عارضی اصلاح ہوتی ہے نیز توجہ کا تعلق ریاضت ومشق سے ہے پس اگر کوئی غیر مسلم ریاضت کرتا ہے تو اسے بھی یہ چیز حاصل ہوجاتی ہے، جس کو مسمریزم سے تعبیر کرتے ہیں، لہٰذا توجہ کو مسمریزم سے مشابہت بھی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اپنے قلوب کے روشن ہونے کی وجہ سے اہلِ توجہ بھی ہوتے ہیں، اس کے باوجود طریقۂ اصلاح میں "توجہ" سے احتیاط کرتے ہیں؛ مگر بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت۔

دین اور نسبت کے تحفظ کا ذریعہ

ہاں! اگر بحالتِ مراقبہ یا بغیر مراقبہ کے کسی غیبی امر کا کشف ہوتا ہے تو پھر صاحب کشف میں وہ لیاقت ہونی چاہیے جس کا ذکر اوپر کیا گیا؛ اس لیے کشف کا بغیر شریعت کے کوئی اعتبار نہیں، چنانچہ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ نے اپنے مرشد حضرت حکیم الامتؒ کے حوالہ سے فرمایا کہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "التنبیہ الطربی" میں شیخ محی الدین ابن العربیؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ وَاعْلَمْ اَنَّ تَقْدِيْمُ الْكَشْفِ عَلَى النَّصِّ لَيْسَ بِشَيْئٍ عِنْدَنَا لِكَثْرَةِ اللَّبْسِ عَلٰى أَهْلِهٖ وَاِلَّا فَالْكَشْفُ الصَّحِيْحُ لَا يَاتِيْ قَطُّ اِلَّا مُوَافِقًا لِظَاهِرِ الشَّرِيْعَةِ۔ جاننا چاہیے کہ کشف کی تقدیم نص پر ہمارے نزدیک محض باطل ہے؛ کیونکہ اہلِ کشف کو کثرت سے اشتباہ ہوجاتا ہے ورنہ کشفِ صحیح (اشتباہ سے خالی) ہمیشہ ظاہر شریعت کے موافق ہوتا ہے۔ شیخ اکبر نے اس میں ایک نہایت ہی اہم اور ضروری اُصول کی جانب تنبیہ فرمائی ہے، وہ یہ کہ کشف کا درجہ بتلایا ہے کہ یہ شریعت کے تابع ہے اور شریعت اس پر مقدم ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ کشف میں صاحب کشف کو اکثر وبیشتر التباس ہوجاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہی حال اور دیگر اسباب علم کا بھی ہے، مثلاً مشاہدہ اور عقل کہ اس میں بھی التباس ہوتا ہے؛ چنانچہ مشاہدہ بھی کبھی غلط ہوجاتا ہے اور عقلاء کے درمیان بھی بعض مرتبہ شدید اختلافات رونما ہو جاتے ہیں اسی لیے مدارِ کار شرع ہوئی، نہ کہ عقل اور کشف وغیرہ اس لیے اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا کہ یہ رحمانی اور ربانی ہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شیطانی ہو؛ لیکن ظاہری صورت چونکہ دونوں کی یکساں ہوتی ہے؛ اس لیے صاحب کشف کبھی شیطانی کو بھی رحمانی سمجھ لیتا ہے اور دھوکہ میں پڑ کر اپنے مقام سے گر جاتا ہے، اس کی مثال کہ یہ التباس کیسے ہوتا ہے شیخ اکبر ہی کے کلام سے جسے علامہ شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر میں نقل فرمایا ہے، بیان کرتا ہوں (شیطان کا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو گمراہ کرنے کا عبرت آموز تفصیلی واقعہ) اب بطور نتیجہ کے میں کہتا ہوں کہ اس سے صاف معلوم ہوا کہ بزرگوں اور صوفیوں پر جو شیطان کا داؤ چلتا ہے، وہ شریعت سے تمسک نہ کرنے ہی کی وجہ سے؛ چنانچہ جو صوفی شریعت سے جس قدر زیادہ دور ہوگا، اسی قدر جلد وہ شیطان کا تختۂ مشق بن

سکے گا اور جو اس پر مستقیم ہوگا، وہ اسی قدر اس سے محفوظ رہے گا۔ (معارف مصلح الامت: ص481ج ا)

طریقت بغیر شریعت کے معتبر نہیں ہے

قرآن وحدیث کے جو احکام انسان کے ظاہر اعمال سے متعلق ہیں، یہاں تک کہ ظاہر و پوشیدہ گناہوں کا ترک کرنا اور اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہونا، یہ سب شریعت کہلاتے ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت کا مدار اور آخرت میں کامیابی کا معیار ہے؛ اس لیے شریعت سے بے نیازی تو کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔ اور جب شریعت زندگی کے تمام شعبوں میں عملی طور پر نمایاں ہو تو اسی کو طریقت کہتے ہیں اور طریقت میں جب ترقی ہوتی ہے تو حقیقت تک رسائی ہوتی ہے۔ بہر حال شریعت روحانی قرب کا زینہ ہے، اس کے بغیر شریعت وحقیقت کا کوئی اعتبار نہیں۔ صاحب نسبت ہوجانے کے بعد بھی اعمال شریعت لازم وضروری ہے یہی وجہ ہے کہ محققین اولیاء خاص کر مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے مکتوب میں خلفاء، مریدین اور متعلقین کو شریعت کے تمسک یعنی مضبوطی سے عمل کرنے پر خاص زور دیا ہے۔ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری متوفی 785ھ جن کو بیس مشائخ سے خرقۂ خلافت حاصل تھی، فرماتے ہیں جب تک کوئی شریعت کو مضبوط نہ پکڑے گا، ہرگز حقیقت کو نہ پہنچے گا۔ ایک موقع پر فرمایا: جو شخص شریعت سے عاری (خالی) ہے، وہ طریقت وحقیقت کو نہیں جان سکتا ہے (اقوال سلف: ص 90، ج4)

کذب علی النبی ﷺ کا ردّ شرعاً واجب ہے

شروع میں گزر چکا ہے کہ کسی امر خلاف واقع کی آپؐ کی طرف نسبت کرنا دراں حالے کہ اس کا ثبوت نہ ہو یہ کذب علی النبی ﷺ کہلاتا ہے اور قصداً ایسا کرنا اکبر الکبائر میں سے ہے، چونکہ شریعتِ غرا وملت بیضاء پر کذب علی النبی کے گرد وغبار سے دھندلا پن آنے لگتا ہے؛ اس لیے دین وشریعت کی صیانت وحفاظت کی خاطر کذب علی النبی کا ردّ شرعاً واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ موضوع اور جھوٹی روایتوں کی تفتیش اور تعیین کے لیے ادیانِ حدیث کے احوال کی تحقیق اور ان پر نکیر کرنا ضروری قرار پاتا ہے کہ صحیح اور سقیم کے درمیان تمیز ہوجائے (مقدمہ فتح الملہم: ص67، ج ا)

پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اپنے حبیب ﷺ کے جسمِ اطہر واطیب کو (زباب یعنی) مکھی کے بیٹھنے سے کہ اس کے پیر یا پر یا مُنہ میں ذرہ کے برابر گندگی کا احتمال ہے محفوظ فرمایا اسی طرح شریعت بیضاء وغرا کو جو کہ آپؐ کی ذاتِ مبارکہ سے صادر ہونے والے اقوال وافعال اور احوال واصرار کا مجموعہ ہے، اسے اکاذیب واساطیر (جھوٹی اور من گھڑت باتوں) سے جو کہ معنوی مکھیاں ہیں، محفوظ رکھنا تشریعی طور پر ضروری قرار پایا (مقدمہ فتح الملہم: ص 67) چنانچہ ائمہ حدیث نے ایسے مؤمنین پر بھی جرح فرمایا ہے جو عبادت وریاضت اور اخلاص وتقویٰ کی وجہ سے مقبول تھے، پس باوجودیکہ عام حالت میں کسی مؤمن کی غیبت کرنا یا اس پر بہتان لگانا جائز نہیں ہے؛ مگر تحفظِ شریعت فرض ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا نہ غیبت محرمہ میں داخل ہے اور نہ ہی بہتان کہلاتا ہے۔ (مقدمہ مسلم: ص12)

دفاع رسول ﷺ شرعاً ضروری ہے

قرآن پاک عظمتِ رسول ﷺ کے بیان سے بھرا ہوا ہے، مثلاً سورۂ اعراف آیت 157 میں اہلِ کتاب کو ان کی طرف سے نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپؐ کی تعظیم ونصرت پر کامیابی کی خبر اور سورۂ فتح آیت 9 میں پوری اُمت کو رسول اکرم ﷺ پر ایمان کے بعد آپؐ کو قوت پہنچانے اور آپؐ کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور سورۂ حجرات میں رسول اللہ ﷺ کا حق تعظیم یہاں تک بتایا گیا ہے کہ نبیؐ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور احادیث صحیحہ تو کثرت سے ہیں جن میں عظمتِ رسول ﷺ کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے، بہر حال تعظیم رسول ﷺ قرآن وحدیث کی تصریحات کی روشنی میں فرض اور ضروری ہے اور ہر وہ قول یا فعل جو عظمتِ رسول ﷺ

کے خلاف ہو وہ جائز نہیں ہے، خواہ طعن وتشنیع ہو، یا استہزاء وتمسخر ہو، عیب جوئی وبہتان تراشی ہو یا پھر سب وشتم ہو یا کسی بھی طرح کی ایذا رسانی ہو غرض صاحب رسالت ﷺ کی تحقیر وتوہین کی جو بھی صورت ہو سب حرام وناجائز ہے اور اس کا دفع کرنا اور ذاتِ اقدس ﷺ کی طرف سے دفاع کرنا واجب ہے، چنانچہ دیکھیے آپؐ نے کفار کے ہجو (بدگوئی) کا جواب دینے کے لیے حضرت حسان بن ثابتؓ (شاعر اسلام) کو حکم دیا اور تائید خداوندی کی بشارت سنائی۔ استہزاء وتمسخر کرنے والوں پر بددعا کرنا بھی ثابت ہے اور سب وشتم کرنے والوں میں سے بعض کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور آپؐ پر طعن وتشنیع کرنے والوں میں سے بعض سے خود صحابہؓ نے انتقام لیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ) میں قرآن وحدیث کے حوالہ سے تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے۔ حاصل یہ کہ کسی کے قول یا فعل یا حکایت سے رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدسؐ کے ساتھ توہین کا سلوب پایا جائے تو اس کا دفاع شرعاً ضروری ہے۔

فضل الٰہی کا موقع ومحل

فضل الٰہی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے نواز دے اس کا فضل انسان کے حسب یا نسب کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ ہی کسی نسل کے ساتھ۔ یہود کی ایک بنیادی غلطی یہ بھی تھی کہ وہ فضل الٰہی کا حقدار اور مستحق اپنی قوم یہود کو سمجھتے تھے اس لیے قرآن پاک نے ان کی تردید کی ہے۔ اس کے برعکس کسی عامی شخص کا اپنے احوال کو فضلِ الٰہی سمجھ لینا اور پھر آیت کریمہ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ (سورۃ المائدہ: 55) کو دلیل میں پیش کر دینا یہ بھی صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ مشیتِ خداوندی اگرچہ جس کو چاہتی ہے فضل سے نواز دیتی ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کی نوازش کے لیے ایسے محل (شخص) کا انتخاب کرتے ہیں جس میں لیاقت پائی جاتی ہے؛ اس لیے کہ کسی چیز کا بے محل رکھنا اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل وحکمت کے خلاف ہے اور عقلاً بھی غلط ہے۔ قرآن پاک میں ہے "اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اس جگہ کو جہاں اپنا پیغام رکھتے ہیں"، یعنی جس شخص کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں۔

راہِ سلوک کے گرد وغبار

تبع تابعین کے دور سے ہر زمانہ میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے رہے ہیں جو شریعت کی پابندی کے بغیر؛ بلکہ خلاف شریعت کچھ ریاضت ومجاہدہ کر کے صاحب حال بن گئے؛ مگر شیطانی ونفسانی احوال کو ربانی احوال سے فرق نہ کر سکے تو احوال شیطانی کو فضلِ الٰہی سمجھ کر انہیں عالی مقام کے حصول کا دھوکہ ہو گیا اور عام لوگوں پر احوال عجیبہ واقوال غریبہ ظاہر کرنے لگے پھر اپنی اس صنعت وکاروبار کو طریقت کا نام دے کر گروہ صوفیاء میں داخل ہو گئے۔ درحقیقت ایسے ہی لوگ احسان وتزکیہ کے روشن چہرہ کے لیے بدنما داغ اور تصوف کے ریشمی قباء پر غبار بن کر چڑھ گئے، اللہ ربّ العزت نے اپنی حکمت وقدرت سے تزکیہ واحسان کی راہ کو شیطانی گرد وغبار اور خس وخاشاک سے پاک وصاف کرنے کے لیے ارباب بصیرت فراد پیدا فرمائے۔ چنانچہ علمائے ربانی وصوفیائے حقانی نے شریعت حقہ کی روشنی اور قوت سے ایسے فریب خوردہ لوگوں کی غلط بیانی کو واضح کیا اور شریعت کے خلاف تصوف کو باطل قرار دیا؛ تاکہ طریقت کے رہرو کو منزل کی تلاش میں دشواری نہ ہو؛ لیکن مرتبہ تصوف کے ذریعہ دنیوی منفعت حاصل کرنے والوں نے اپنے غلط اطوار سے باز آنے اور توبہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اہلِ باطن کہہ کر چھپانے کی کوشش کی اور علمائے حقانی کو اہلِ ظاہر کا نام دے کر شریعت کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور اپنے فاسد نظریات اور غلط روش پر قائم رہے اور یہ بھی شیطانی فریب ہے۔

شیطانی تصرف ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے

عَنۡ زَيۡنَبَ امۡرَأَةِ عبدِ اللهِ بن مسعودؓ ان عبداللہ رَأَى فِيۡ عُنُقِيۡ خَيۡطًا فَقَالَ مَا هٰذَا فقلت خیط رُقِيَ لی فیہ قَالَت فاخذہ فقطعہ ______ اِلٰی اَنَّ ______ فقال عبداللہ اِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيۡطَانِ كَانَ يَنۡخُسُهَا بِيَدِهٖ (ابوداود)

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ لکھتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانی اجسام میں اس قسم کے تصرفات بھی کر سکتا ہے......احادیث سے شیاطین کے بہت سے تصرفات ثابت ہیں۔ استحاضہ کو شیطان کا اثر کہا گیا ہے، بُرے خوابوں میں ان کا دخل تسلیم کیا گیا ہے، نماز اور وُضو میں وساوس ڈالنا، مال چُرا کر لے جانا، بچے کی پیدائش کے وقت اس کا چھیڑنا...... ان میں قدرے مشترک شیطانی تصرف ایک ناقابلِ انکار حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ اس حدیث سے ایک اور اہم بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ گمراہی کا سبب جس طرح شیطانی وساوس ہوتے ہیں اسی طرح بعض مرتبہ اس قسم کے شیطانی تصرفات بھی ہو جاتے ہیں۔ (ترجمان السنۃ: ج2، ص419)

امام العصر علامہ شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی اجسام میں تصرف کرتا ہے جیسا کہ جن تصرفات کرتے ہیں فَكَمَا أَنَّ الْجِنَّ يَرْكَبُ الْإِنْسَانَ وَيُصْرِعُهُ ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِهِ كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الشَّيْطَانُ أَيْضًا پس جس طرح جن انسان پر سوار ہو جاتا ہے اور اسے پچھاڑ دیتا ہے پھر اس کی زبان میں بات کرتا ہے، اسی طرح شیطان بھی کرتا ہے۔ (فیض الباری: ج2، ص115)

فاتی والا کی کتاب کا ردّ کیوں؟

فاتی والا نے جو حکایتیں بیان کیں اور کتاب "درالحرمین" میں درج کی گئی ہیں ان میں یہ دو باتیں بالکل ظاہر ہیں: (1) حضور ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت اور یہ کثرت سے ہے (2) حضور ﷺ کی شخصیت عظمیٰ کے ساتھ اہانت اور گستاخی کا سلوک اور یہ بھی کتاب میں بہت ہے؛ چونکہ جناب شوکت حسین فاتی والا کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں، وہ سب شیطان کے تیار کردہ ہیں؛ تاکہ طریقت کی راہ سے ایک فتنہ کھڑا ہو جائے، لہٰذا کتاب کا ردّ کرنا ضروری ہوا۔

اللہ تعالیٰ فتنوں سے اُمتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے، آمین!

۞۞۞

صفحہ نمبر 46 سے آگے

اور صرف آپ ﷺ کی نبوت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک، جاری و ساری رہے گی۔ باقی مذاہب کے لوگ اپنی طرف سے جو مرضی کہتے رہیں اور گھڑتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ بنایا اور آپ ﷺ پر دین کو مکمل فرما دیا۔ جب دین ہی مکمل فرما دیا تو نہ نئی تعلیمات کی اب ضرورت رہی اور نہ نئی تعلیمات کے لیے کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی رہی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایک عمارت کی طرح ہے کہ لوگ اس کے اندر جاتے ہیں اور اس کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں لیکن دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے تو میں ﷺ وہ آخری اینٹ ہوں، یعنی عمارت دین و نبوت ہے، اس کی ایک ایک اینٹ ایک ایک پیغمبر کا وجود اور اس کا دین وشریعت ہے اور اس کی تکمیل کی آخری اینٹ نبی اکرم ﷺ کا وجودِ اقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب دُنیا میں کسی نئے نبی کے تشریف لانے کی ضرورت باقی رہنے ہی نہیں دی۔ نو (9) ذوالحج 10ھ کو یہ آیت مبارک نازل فرما کر دین کو مکمل فرما دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ترجمہ "یہ تحقیق میں ﷺ انبیاء کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

یعنی قیامت قائم ہونے تک، اب جس کسی کو بھی برکاتِ نبوت حاصل کرنی ہیں تو اسے دین اسلام کے دائرے میں داخل ہو کر نبی اکرم ﷺ کو آخرت نبی مان کر ہی یہ برکات نصیب ہوں گی۔ اس کے علاوہ ان برکات کو حاصل کرنے کا، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ ہے اور نہ کوئی اور دروازہ۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان گھرانوں میں پیدا کیا اور آپ ﷺ کا اُمتی بننے کی سعادت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم نعمت کا صحیح طریقے سے شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

خواتین کا صفحہ

حضرت اُمِّ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب: حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کا شمار عظم المرتبت صحابیات رضی اللہ عنہن میں ہوتا ہے۔ اُن کا اصل نام رملہ یا سہلہ اور بعض کے نزدیک رمیشہ تھا۔ غمیصاء اور رمیصاء لقب اور اُمِ انس کنیت تھی۔

والد کا نام ملحان بن خالد اور ماں کا نام ملیکہ بنتِ مالک بن عدی (اصابہ، جلد 8، صفحہ 244) تھا۔ آبائی سلسلہ سے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سلمیٰ بنتِ زید رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ سلمیٰ حضرت عبدالمطلب جدِّ رسول اللہ ﷺ کی والدہ تھیں، اس لیے اکثر سیرت نگاروں نے انہیں اور ان کی بہن اُمِ حرام رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی خالہ کی شہرت سے مذکور کیا ہے۔ اگرچہ یہ رشتہ دور کا تھا لیکن حضور ﷺ کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت تھی اور آپ ﷺ وقتاً فوقتاً حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا قبیلہ خزرج کی ایک معزز شاخ بنونجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضور ﷺ کی پردادی سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔

نکاح: آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا۔ اس کا تعلق بھی بنو بخار سے تھا۔ اُسی سے آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور مشہور صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

قبولِ اسلام: حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت ہی صالح فطرت پائی تھی۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہا اوائلِ اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ میں چند سعید الفطرت یثربی حضرات جب مشرف بہ اسلام ہوئے اور بیعت کر کے مدینہ واپس گئے تو وہاں جا کر اسلام کا چرچا کیا تو حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا فوراً ایمان لے آئیں، چنانچہ اُن کا شمار انصار کے سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔

عام حالات: حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا تو ایمان لے آئیں لیکن اُن کے شوہر مالک اپنے آبائی مذہب پہ قائم رہے، حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا مذہب تبدیل کرنے پہ اصرار کرتی رہیں لیکن وہ اپنے مذہب پہ قائم رہنا چاہتے تھے۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے کمسن بیٹے انس رضی اللہ عنہ کو بھی اسلامی شعائر سکھانا شروع کر دیئے، وہ انہیں بھی کلمہ پڑھاتی تھیں۔ مالک بن نضر کی بدقسمتی کہ وہ اس درجہ ناراض ہوئے کہ انہیں چھوڑ کر شام چلے گئے اور وہیں کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے یا ایک روایت کے مطابق کسی دشمن کے ہاتھوں مقتول ہوئے، یہ بیعتِ عقبہ کبیرہ سے پہلے کا واقعہ ہے جو 13 نبوت میں ہوئی تھی۔

حضرت اُمِ سلیم ※ اب بیوہ تھیں اور ان کا بیٹا یتیم، کچھ مدت بعد نکاح کے پیغام آنے لگے۔ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میرا بیٹا جب تک ہوش نہ سنبھال لے، اُٹھنے بیٹھنے اور مجالس میں گفتگو کے قابل نہ ہو جائے میں نکاح نہیں کروں گی۔ انہیں انس رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنے سوتیلے باپ کے ہاتھوں کوئی تکلیف پہنچے۔

نکاحِ ثانی: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ذرا ہوش سنبھالا تو اُن کے ہی قبیلے کے ایک شخص ابوطلحہ رضی اللہ عنہ زید بن سہل نے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ وہ ابھی تک ایمان سے بہرہ مند نہ تھے اور لکڑی کے ایک بُت کی پرستش کرتے تھے۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا بھلا یہ کیسے گوارا کر سکتی تھیں جبکہ پہلے شوہر سے بھی کشیدگی کی وجہ شرک ہی

تھا۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا ''میں تو خدائے واحد اور اس کے سچے رسول ﷺ پر ایمان لائی ہوں، افسوس ہے تم پر کہ تم جس کو پوجتے ہو وہ ایک درخت ہے (لکڑی کا بت ہے) جو زمین سے اُگا ہے اور اس کو فلاح حبشی نے گھڑ کر تیار کیا ہے جو کسی کو نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتا۔'' یہ باتیں اتنی برحق تھیں اور ایسے دلنشین پیرائے میں کہی گئی کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو غور کرنے پہ مجبور کر دیا۔ بالآخر حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس اسلام کا اعلان کرنے آن پہنچے اور ان کے سامنے کلمہ پڑھا۔

حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو ان کے قبولِ اسلام سے اس قدر خوشی ہوئی کہ بے ساختہ کہا "فانی الزوجك ولا اخذ منك صدا قاغیرہ"

ترجمہ: ''پھر میں تم سے نکاح کرتی ہوں اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتی'' حضرت انس رضی اللہ عنہ جو اس وقت نو برس کے تھے کی موجودگی میں یہ نکاح ہوا۔ وہ فرمایا کرتے تھے ''میری والدہ کا نکاح عجیب و غریب مہر پر ہوا''۔ یہ روایت ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابنِ حجر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح نقل کی ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے ''میں نے کسی عورت کا مہر حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے افضل نہیں سنا۔''

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری: قبولِ اسلام کے بعد حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جوشِ ایمان، حبِّ رسول ﷺ اور جذبہ وایثار کی بدولت بڑے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ شمار ہوئے۔ قبولِ اسلام کے چند ماہ بعد ہی انہیں انصار کے ان پچھتر (75) مردانِ حق میں شامل ہونے کے سعادت نصیب ہوئی جو 13 نبوت میں مکہ جا کر حضور ﷺ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ جس میں یہ عہد کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائیں اور یہ تمام حضرات اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کے ساتھ رحمتِ عالم ﷺ کی اعانت کریں گے۔ تاریخ میں یہ بیعت، بیعتِ عقبہ ثانیہ کبیرہ کے نام سے محفوظ ہے۔

حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری: کچھ عرصہ بعد جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لے آئے یہ دن دیگر اہلِ ایمان کی طرح حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا، ان کے شوہر اور بیٹے کے لیے یومِ عید تھا۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خاص اُنس تھا وہ اُن کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ایک دوسری روایت کے مطابق انہیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کی خدمت عالیہ میں بھیجا اور درخواست کی کہ انس رضی اللہ عنہ کو اپنی غلامی میں لے لیجیے۔ حضور ﷺ نے کمال شفقت سے ان کی درخواست کو قبول فرمایا۔

مواخاۃ: ہجرت کے چند ماہ بعد حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ یعنی بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور تمام مہاجرین وانصار وہاں اس عظیم مقصد کے لیے جمع ہوئے۔ (بخاری: ج ص944)

غزوات میں شرکت: غزوات میں حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت جوش و جذبے سے حصہ لیا۔ صحیح مسلم میں ہے ''آنحضرت ﷺ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اور چند انصار کی دیگر خواتین کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے جو زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور مرہم پٹی کرتی تھیں۔''

غزوۂ احد میں شرکت: 3ھ میں حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں۔ ایک اتفاقی غلطی کے سبب جب مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے تو اس وقت بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ثابت قدمی سے جمے ہوئے تھے اور کچھ دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ حضور ﷺ کی حفاظت کے لیے موجود تھے اور ''حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ میدانِ جنگ میں مشک بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں'' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ (مسلم ج2، ص103)

5ھ کے واقعات میں ملتا ہے کہ آپؐ نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، اس موقع پر حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور کہا آنحضرت ﷺ سے کہنا ''یہ حقیر تحفہ قبول فرمائیں۔'' (بخاری کتاب المغازی: ج2 ص581)

غزوۂ خیبر میں شرکت: 6ھ میں جب سال اختتام پذیر تھا تو آنحضرت ﷺ خیبر کے یہود کی گوشمالی کیلئے خیبر تشریف لے گئے تو حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اور چند دوسری صحابیات بھی لشکر کے پیچھے روانہ ہوئیں۔ حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ناراضگی کے لہجے میں پوچھا کہ "تم لوگ کس کی اجازت سے آئی ہو"۔ انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، ہم اون کاتتے ہیں اور اس سے راہِ خدا میں اعانت کرتے ہیں ہمارے ساتھ زخمیوں کے علاج کا سامان ہے، ہم تیر اُٹھا اُٹھا کر دیتے ہیں اور ستو گھول گھول کر پلاتے ہیں"۔ حضور ﷺ نے ان کا جواب سُن کر انہیں میدانِ جنگ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ (تذکارِ صحابیات)

جب خیبر فتح ہوگیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے نکاح میں آنے کے لیے رضا مندی کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے انہیں حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا کہ انہیں نہلا دھلا کر دلہن بنائیں کیونکہ جنگ کی صعوبتوں نے حضرت صفیہؓ کو خستہ حال کر دیا تھا۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے بڑے شوق سے حضرت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کے لیے سنوارا تھا۔ (مسلم: ج1، ص550)

غزوۂ حنین میں شرکت: 8ھ میں فتح مکہ کے چند روز بعد حنین کا خونی معرکہ پیش آیا۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس میں بھی شرکت کی۔ لڑائی کی ابتدا میں بنو ہوازن کے ماہر تیر اندازوں نے مسلمانوں پر اس شدت کے تیر برسائے کہ صفیں درہم برہم ہوگئیں اور حضور ﷺ کے ہمراہ میدانِ جنگ میں چند جانثار کوہِ استقلال بن کر کھڑے تھے اور آپ کی زبان مبارک پہ یہ رجز جاری تھا،

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

ترجمہ: "میں نبی ہوں اور مطلق جھوٹا نہیں ہوں، میں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا فرزند ہوں۔

جس مسلمان کے کان میں یہ آواز پڑی وہ پلٹ آیا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے با آواز بلند پکارا "اے جماعتِ انصار! اے اصحابِ شجرہ! تو سب مسلمانوں میں ایک نیا جذبہ اور ولولہ بھر گیا اور سب حضور ﷺ کے گرد جمع ہونے لگے اور گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں کافر ناکامی کی خاک چاٹنے پہ مجبور ہوگئے۔

ایسے سخت حالات میں بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نہایت پامردی سے حضور ﷺ کے دائیں اور بائیں لڑ رہے تھے۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا ہاتھ میں خنجر لیے حضور ﷺ پہ قربان ہونے کو تیار کھڑی تھیں۔ جب لڑائی کا زور کچھ کم ہوگیا تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا خنجر لیے کھڑی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا! خنجر سے کیا کرو گی؟" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی" حضور ﷺ یہ سُن کر متبسم ہوئے۔ پھر حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! جو لوگ فرار ہوگئے ہیں ان کے قتل کا حکم فرما دیں" (ان کا اشارہ مکہ کے نومسلموں اور بت پرست معاہدوں کی طرف تھا) ارشاد ہوا "خدا نے اُن کا خود انتظام کر دیا ہے۔" (مسلم: ج1، ص546)

ابوعمیر رضی اللہ عنہ کی وفات: ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے صلب سے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کا ایک فرزند ابوعمیرؓ تھا جو بڑا پیارا بچہ تھا۔ حضور ﷺ جب حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو اس سے محبت بھری گفتگو فرماتے۔ ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے تو ابوعمیر رضی اللہ عنہ کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا "آج ابوعمیر رضی اللہ عنہ کچھ ست ہے"۔ عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! ابوعمیر رضی اللہ عنہ کی چڑیا "نُضَیر" جس سے وہ کھیلا کرتا تھا آج مرگئی اس لیے وہ غمگین ہے۔"

حضور ﷺ نے ابوعمیرؓ کو اپنے پاس بلایا اور دستِ شفقت ان کے سر پہ پھیرا اور فرمایا "یا ابا عمیر! ما فعل نضیر؟" "اے ابوعمیر! تیری نُضَیر نے یہ کیا کیا؟"

ابوعمیرؓ ہنس پڑے اور کھیلنے لگے اور حضور ﷺ کا یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔ کچھ عرصہ بعد ابوعمیرؓ نے کمسنی میں ہی وفات پائی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر سے باہر تھے اور ابوعمیر رضی اللہ عنہ ان کا بہت لاڈلا بیٹا تھا۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت صبر و تحمل سے کام لیا۔ خاموشی سے

اپنے بیٹے کی میت کو غسل دیا اور کفنایا اور بستر میں ڈال دیا۔ گھر والوں کو بھی منع کیا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہ کریں۔ رات کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے، بیٹے کی خیریت پوچھی تو بتایا کہ "اب وہ سکون سے ہے" ان کو کھانا کھلایا۔ جب وہ بستر پہ اطمینان سے لیٹ گئے تو کچھ رات گزرنے پر بڑے عجیب انداز میں انہیں اس المناک خبر سے آگا کیا۔

بولیں، "اگر تم کو کوئی شخص چیز مستعار دے اور پھر وہ واپس لے لے تو اس چیز کا واپس لیا جانا کیا تمہیں ناگوار معلوم ہوگا؟" حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ہرگز نہیں" تو کہا "تو پھر تمہیں اپنے بیٹے کو صبر کرنا چاہیے، اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی۔" ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے "انا للہ" پڑھا اور غصہ ہوئے کہ پہلے کیوں نہ بتایا بولیں "تاکہ تم اطمینان سے کھانا وغیرہ کھالو۔"

صبح اُٹھ کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے صبر و رضا پہ ان کی تحسین فرمائی اور دُعا دی "اللہ تمہیں اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو ابوعمیر رضی اللہ عنہ کا نعم البدل عطا فرمائے۔" اور فرمایا "اللہ نے تم دونوں کو اس رات بڑی برکت دی۔" (مسلم: ج 2، ص 346)

اس کے بعد اللہ نے ان دونوں کو ایک اور فرزند عطا کیا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ ان کی تربیت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ میں ہوئی اور ان سے ہی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نسل چلی۔

شرف و فضیلت: جس طرح حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجے کی محبت و عقیدت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی بے حد قدر و منزلت فرماتے۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دوپہر کو استراحت کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کر لیتی تھیں اور تبرک اپنے پاس رکھتیں۔ (بخاری: ج 2، ص 929)

اگر کبھی نماز کا وقت آجاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں چٹائی پر نماز ادا فرمالیتے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پیا تو انہوں نے اس مشکیزے کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک مس ہوئے ہیں۔ (مسند: 6,7 ص 376)

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کے علاوہ بہت کم کسی عورت کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ لیکن حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا اس سے مستثنیٰ تھیں۔ لوگوں نے دریافت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اُن پر رحم آتا ہے کہ ان کے بھائی (حرام رضی اللہ عنہ) نے میرے ساتھ رہ کر شہادت پائی۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے کھجوریں اور مکھن پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں روزے سے ہوں، کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ نفل پڑھی اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھرانے کے لیے دُعا مانگی۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی "مجھے اپنے فرزند انس رضی اللہ عنہ سے خاص رغبت ہے اس کے لیے خاص دُعا کیجیے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ دُعا بلند فرمائے اور دُعا کی "اے اللہ! اس کو مال اور عمر میں برکت دے۔" اسی دُعا کا اثر تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام انصار سے زیادہ متمول ہو گئے، طویل عمر پائی اور کثیر اولاد تھے۔" (تذکارِ صحابیات)

کھانے میں برکت: ایک مرتبہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہیں کچھ گھر میں ہے تو بھیج دو۔" حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے چند روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر آئیں۔ آپ مسجد میں دیگر صحابہؓ کے ہمراہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھا "تم کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے؟" بولے "جی ہاں" فرمایا "کھانے کے لیے"۔ عرض کی "جی ہاں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے "حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا، اب کیا کیا جائے،

کھانا نہایت قلیل ہے اور آنحضرت ﷺ تو ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہیں"۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت استقلال سے جواب دیا "اللہ اور اس کے رسول ﷺ ان باتوں کو بہتر جانتے ہیں" اور وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا۔ اللہ نے اُس کھانے میں اتنی برکت دی کہ تمام صحابہؓ نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ (بخاری: جلد 2، ص 810)۔

مہمان کے ساتھ برتاؤ: ایک مرتبہ ایک شخص پریشان حال خدمتِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوا۔ اور آپ ﷺ سے کھانے کا سوال کیا۔ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات سے پوچھا کہ "گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟ سب طرف سے جواب آیا کہ آج فاقہ ہے"۔ تو حضور ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کی طرف دیکھا اور فرمایا "کوئی ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے۔" ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میں اس کو اپنا مہمان بناؤں گا۔"

گھر آ کر حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے کھانے کا پوچھا تو انہوں نے کہا "بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا پکا ہے، اس کے سوا کچھ بھی گھر میں نہیں" (کھانے کے لیے) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کوئی مضائقہ نہیں "بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو، وہ سو جائیں تو مہمان کے آگے کھانا رکھ دیں گے تم چراغ درست کرنے کے بہانے بجھا دینا، اندھیرے میں مہمان کھانا کھا لے گا اور ہم یونہی منہ چلاتے رہیں گے"۔ غرض اسی طرح انہوں نے رات بسر کی۔ صبح کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زبانِ مبارک پر یہ آیت جاری تھی۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۃ الحشر:9)

ترجمہ: "وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ ان پر تنگی ہو۔"

پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "رات جو تم لوگوں نے مہمان کے ساتھ برتاؤ کیا، اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔"

حضور ﷺ کی رازداری: ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو حضور ﷺ کے خدمت گار تھے) گھر دیر سے لوٹے تو والدہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے وجہ پوچھی، بولے "حضور ﷺ کی خدمت میں تھا یہ ایک پوشیدہ بات ہے" تو حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے تاکید کی "پھر تو تم یہ بات کسی پر ظاہر نہ کرنا"۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں گھی کی کپی بھیجی، دیکھا تو کپی لٹک رہی تھی اور اس سے گھی ٹپک رہا تھا۔ اپنی پرورش کردہ لڑکی سے پوچھا تو اس نے کہا میں تو خالی کرا لائی تھی۔ چین نہ آیا تو لڑکی کو ساتھ لے چلیں اور عرض کی "حضور ﷺ اس کے ہاتھ گھی کی کپی بھیجی تھی" فرمایا "ہاں یہ آئی تھی اور دے گئی تھی" عرض کی لیکن اس میں سے تو گھی ٹپک رہا ہے، ارشاد ہوا "اللہ نے تجھ کو رزق دیا جیسا کہ تو نے اللہ کے نبی ﷺ کو کھانا کھلایا۔ کھا اور کھلا۔"

حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے اعزہ و اقارب میں تقسیم کیا پھر بھی اتنا بچ رہا کہ ہم دو ماہ تک اس سے سالن میں کام لیتے رہے۔ (تذکارِ صحابیات)

وفات: حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے سن وفات کے بارے میں اہلِ سیر نے تشریح نہیں کی۔ قیاس یہ ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

اولاد: اپنے پیچھے دو فرزند چھوڑے، حضرت انس رضی اللہ عنہ جو پہلے خاوند سے تھے اور دوسرے عبداللہؓ جو ابوطلحہؓ سے تھے۔

فضائل ومناقب: حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا سے حضرت انسؓ، عبداللہ بن عباسؓ، زید بن ثابتؓ اور عمروؓ بن عاصم نے چند احادیث روایت کی ہیں۔

☆ لوگ اکثر ان سے اپنے شکوک رفع کرانے آتے تھے۔

☆ علامہ ابنِ اثیرؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کانت من عقلاء النساء "وہ عاقل خواتین میں سے تھیں۔"

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں "اللہ میری ماں کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے بڑی خوبی سے میری پرورش کی۔"

جنت کی بشارت: صحیح مسلم میں تمثیلی پیرائے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے "میں جنت میں گیا تو مجھے آہٹ معلوم ہوئی، پوچھا کون ہے تو لوگوں نے کہا انسؓ کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہیں۔"

گویا نبی پاک ﷺ نے خود انہیں جنت کی بشارت دی۔

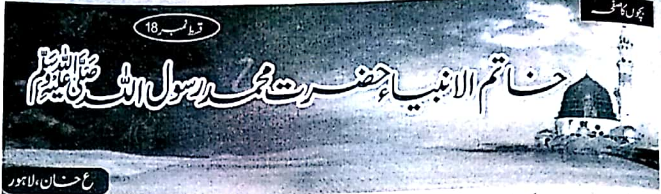

آپ ﷺ دن بھر کی شدید مصروفیات کے بعد رات کو اپنی عبادت میں اتنے لمبے قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کیا کرتیں ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ تو مغفور (بخشے ہوئے) ہیں پھر آپ ﷺ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کرتے، کیا میں ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

صحیح مسلم میں آپ ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے چھ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ مجھے رعب و دھاک کے ذریعے فتح و نصرت دی گئی۔ میرے لیے تمام زمین سجدہ گاہ بنائی گئی۔ غنیمت کا مال میرے لیے حلال کیا گیا، مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت کا مرتبہ عنایت ہوا۔ مجھ سے پہلے انبیاء خاص اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں ﷺ تمام دُنیا کے لیے مبعوث ہوا۔ انبیاء کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوا۔

آپ ﷺ کا رعب و دبدبہ ایسا تھا کہ بڑے بڑے سرکش قبائل آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر گھبرا اُٹھتے تھے۔ مدینہ منورہ کے آس پاس کے یہود بڑے بڑے قلعوں میں بیٹھ کر اپنی اپنی حکومتیں چلا رہے تھے اور اُن کو اپنی فوجی طاقت اور جنگی سازوسامان پر بڑا فخر تھا۔ لیکن جب آپ ﷺ سے جنگی سامنا ہوا تو اکثریت نے بغیر لڑے بھڑے ہتھیار ڈال دیئے۔ بڑے بڑے دل گردے والے، زہر میں تلواریں بجھا کر آئے لیکن جب آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑتی تو کانپ کر رہ جاتے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں کسی باغ میں آرام فرما رہے تھے، آنکھ مبارک کھلی تو ایک کافر ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا تھا کہ اب آپ ﷺ کو کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرا اللہ۔ آپ ﷺ کے اتنا فرمانے کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ کانپنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی تلوار اُٹھالی اور فرمایا کہ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا، وہ خاموش رہا، نبی اکرم ﷺ نے اسے معاف فرمادیا اور یہ عمل اس کے اسلام لانے کا سبب بن گیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے میں نے تمہارے لیے پسند کیا۔''

ہر پیغمبر اور رسول کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی کے لیے جو اصول وضوابط عطا فرمائے، وہ سب یہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، انبیاء کرام پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، پچھلی اور اپنی آسمانی کتابوں پر ایمان، آخرت پر ایمان۔ ہر پیغمبر نے اپنی اپنی اُمت کو اپنے اپنے وقت پر لوگوں کی ذہنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ تعلیمات دیں لیکن ہر نبی اور پیغمبر جو آپ ﷺ سے پہلے تشریف لائے وہ صرف اپنی اُمت کو تعلیم فرماتے۔ اُن کی تعلیمات دوسرے نبی کی اُمت کے لیے نہیں ہوتی تھیں، جبکہ آپ ﷺ تمام انسانیت کے لیے مبعوث ہوئے اور قیامت قائم ہونے تک صرف (اس سے آگے صفحہ نمبر 40 پر)

سائی جمیلہ

ناظم اعلیٰ
بھائی عبدالقدیر اعوان کا دورہ برطانیہ 2014ء

ضمیر اعوان (UK)

اسم ربی

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

ایک زمانہ تھا جسے تاریخ عہد فترت کے نام سے جانتی ہے۔ قدرت کا قانون ہے کہ جس جگہ ظلمتیں بڑھ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ وہاں اپنی کسی محبوب ہستی کو اصلاح کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ جب ظلمتیں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں تو اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو نور نبوت و رسالت دے کر جہان فانی میں مبعوث فرمایا۔ انسانیت کی تاریخ میں اس سے زیادہ خوش نصیبی کی مثال نہیں ملتی۔ نبی کریم ﷺ نے انسانیت کو وہ نور بانٹا کہ جو بھی آپ ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوا خالی ہاتھ نہیں لوٹا، صحابیت کے عظیم درجہ پر فائز ہو گیا۔ اللہ کا اپنا نظام ہے جب نبی کریم ﷺ اپنے فرائض ادا کر چکے تو اس دار دنیا سے پردہ فرما گئے لیکن برکات نبوت کی تقسیم کرنے کا عظیم کام صحابہؓ کے سپرد کر گئے اور صحابہؓ نے اشاعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب معلّم و استاد نبی کریم ﷺ کی ذات اعلیٰ صفات ہو، علم حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ ہوں۔ تزکیہ کرنے والی ذات نبی کریم ﷺ کی ہو تو روح کا پاک ہو کر انسانیت کی بلندیوں پر پہنچ جانا ناگزیر ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرامؓ نے برکات نبوت ﷺ بانٹیں، اسکے بعد تابعین کے ذمہ یہ فریضہ آیا اور اسکے بعد تبع تابعین کے ذمہ آیا۔ لیکن اسکے بعد یہ دولت نایاب صرف جستجو کرنے والے کو ملی اور بانٹنے کا شرف بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے حصے میں آیا۔

موجودہ دور کے صف اول کے اولیاء میں حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی اس عظیم سنت کو پھر سے تازہ کر دیا جو بھی اس در پر خلوص سے آیا، وہ خالی نہیں لوٹا بلکہ درد دل، وہ نور اور برکات نبوی ﷺ لے کر گیا جس کی بدولت انسان فرشتوں سے افضل قرار پایا۔ حضرت اعلیٰؒ کے بعد یہ کام شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے ذمہ قرار پایا اور گذشتہ ۳۰ سالوں سے حضرت مدظلہ العالی نے اس منصب کا جو حق ادا کیا ہے اسے الفاظ کے پیمانے میں سما لینا مجھ ناچیز کے بس کی بات نہیں۔

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بین الاقوامی دوروں کے تسلسل میں ہر سال برطانیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ اکثر آپ امریکہ سفر سے آتے اور جاتے ہوئے بھی برطانیہ قیام فرماتے۔ جس سے یورپ اور امریکہ میں مقیم مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں کی بیش قیمت دینی اور روحانی رہنمائی ہوتی تھی۔ 1995 میں حضرت جی مدظلہ العالی نے برطانیہ کا آخری دورہ فرمایا۔ اس کے بعد سالکین اور بالخصوص محترم صاحب مجاز برطانیہ جناب ضمیر اعوان کی درخواست پر یہ سلسلہ 2011 میں ناظم اعلیٰ اور قائم مقام شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ محترم ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی کے دورے سے پھر شروع ہو گیا۔

لو پھر سے بہار آئی مجنوں کو صدا دو
بے تاب ہیں پروانے کوئی شمع جلا دو

الحمدللہ، شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے امسال بھی، مسلسل چوتھے سال محترم بھائی جان ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی کو امریکہ اور یورپ کے دورے کے دوران برطانیہ میں

ساتھیوں کی تربیت کے لئے بھیجا۔ اللہ رب العزت کا احسان ہے اور مشائخ کی انتہائی شفقت کہ محترم بھائی جان 2011 سے ہر سال برطانیہ تشریف لا رہے ہیں۔ برطانیہ جیسے ملک میں جہاں کا فرتو کافر اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والوں کی ایک اکثریت کے عقائد و کردار مسخ ہو چکے ہیں، لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے سے ہچکچاتے ہیں۔ اس گئے گزرے دور میں جہاں یہ دورے ساتھیوں کی روحانی تربیت کا باعث بن رہے ہیں وہاں دلوں کی بنجر زمین میں اللہ کے نام کے چمن سجانے کا باعث بھی بن رہے ہیں اور برطانیہ جیسے دارالکفر میں خالق سے ناآشنا مخلوق کا تعلق اللہ سے جوڑنے کا باعث بن رہے ہیں۔

ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

الحمدللہ، محترم بھائی جان کی برطانیہ آمد سے جماعت کو بے انتہا تقویت ملی جیسے نیم مردہ جسم میں پھر سے زندگی کی تازہ لہر دوڑ گئی ہو، ہر سال اجتماعات پر حاضری پہلے سے زیادہ ہوتی ہے۔ سالکین کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ کے انتظامی امور میں بھی تربیت کا عمل شروع ہو گیا ہے۔

دورہ برطانیہ 2014

ہر سال کی طرح اس سال بھی ساتھیوں کو محترم بھائی جان کے دورے کا بے چینی سے انتظار تھا جو یورپ کے دورے کے بعد رکھا گیا۔ پورے برطانیہ میں پروگرام ترتیب دیئے جا چکے تھے۔ آخر اللہ اللہ کر کے انتظار کی یہ گھڑیاں بروز اتوار مورخہ 13 اپریل 2014 کو محترم ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی کی لندن آمد سے ختم ہوئیں۔ شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے برطانیہ کے لئے صاحب مجاز محترم جناب ضمیر اعوان اور دیگر ساتھیوں نے محترم مہمان کو ایئرپورٹ پر خوش آمدید کہا۔

اللہ کریم کے خاص احسان اور ساتھیوں کی لگاتار محنت کے سبب برطانیہ کے دو شہروں برمنگھم اور بریڈفورڈ میں دارالعرفان قائم ہو چکے ہیں۔ 2011 میں دارالعرفان برمنگھم کا افتتاح محترم بھائی جان ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی نے فرمایا۔ اس موقع پر جب آپ نے بیرونی دیوار پر ایک سائن بورڈ پر مہر نبوت سے مزین جھنڈا دیکھا تو بے اختیار شیخ المکرم کا یہ شعر ارشاد فرمایا۔

مہر نبوت علم بنا کر دنیا پر لہرائیں گے
دیکھنا یہ سیماب تم اِک دن آخر ہم کر جائیں گے

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے خواب کی تعبیر، اللہ جل شانہ کس خوبصورت انداز سے فرما رہے ہیں اس کا احساس بھائی جان کی زبان سے یہ شعر سن کر ہوا۔

اس 14 دنوں پر مشتمل خوبصورت دورے کا باقاعدہ آغاز اسی شام ویسٹ لندن (West London) میں انیس بھائی کے گھر پروگرام سے ہوا۔ محترم ناظم اعلیٰ صاحب نے تصوف اور ذکر قلبی کی اہمیت پر بیان فرمایا 60 سے زائد مرد اور خواتین نے پروگرام اور ذکر میں شرکت کی۔ آخر میں بھائی جان نے سالکین کو انفرادی وقت بھی دیا۔

14 اپریل کی دوپہر ڈربی (Derby) میں خواتین کے لئے ایک پروگرام ترتیب دیا گیا تھا جس میں 50 کے قریب خواتین نے شرکت کی۔ محترم بھائی جان نے تزکیہ نفس اور گھریلو زندگی کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ اور آخر میں خواتین کے سوالوں کے جواب بھی عطا فرمائے۔

14 اپریل کی شام کو دارالعرفان برمنگھم (Birmingham) میں محترم ضمیر اعوان نے شہر کے ممتاز تاجروں، سیاسی، سماجی اور نمایاں شخصیات کی محترم بھائی جان سے ملاقات کا انتظام کر رکھا تھا۔ جس میں تقریباً 60 لوگوں نے شرکت کی۔ محترم بھائی جان نے اسلام کے معاشی اور سماجی اصولوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مغرب کی ترقی کا راز انکا اسلام کے معاشی اصولوں کو اپنانا ہے۔ انہیں ایمان تو نصیب نہ ہوا کیونکہ وہ اسکے متلاشی نہ تھے لیکن اسلام کے اصولوں کے دنیاوی فوائد ابھی تک حاصل کر رہے ہیں۔ آخر میں محترم بھائی جان نے لوگوں کے سوالوں کے جواب بھی دیئے اور انہیں انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔

15 اپریل کو برمنگھم (Birmingham) کے ایک مشہور مقامی ریڈیو سٹیشن پر محترم بھائی جان کا براہ راست انٹرویو نشر کیا گیا جو نا صرف مقامی بلکہ انٹرنیٹ کے ذریعہ پوری دنیا میں سنا گیا۔ محترم بھائی

جان نے ضرورت تصوف کے موضوع پر مفصل بیان فرمایا اور سلسلہ عالیہ اور شیخ المکرم کا تعارف پیش کیا۔ اس موقع پر سامعین کے ٹیلیفونک سوالات کے محترم بھائی جان نے مفصل جوابات عطا فرمائے۔

16 اپریل کو محترم بھائی جان ہڈرز فیلڈ (Huddersfield) تشریف لے گئے۔ پروگرام کا اہتمام مقامی مسجد میں تھا جہاں تقریباً 50 ساتھیوں نے آپ کا استقبال کیا۔ گردونواح سے بھی کچھ ساتھی پروگرام میں شرکت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ محترم بھائی جان نے تزکیہ نفس کے موضوع پر بیان فرمایا اور آخر میں ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی دیا۔ دوسری نشست میں محترم بھائی جان نے عورتوں کی ایک خاص محفل کو ایک گھر میں خطاب فرمایا اور آخر میں انکے سوالوں کے جواب بھی عطا فرمائے۔

17 اپریل کی دوپہر کو اولڈہیم (Oldham) میں محترم بھائی جان کا استقبال تقریباً 40 ساتھیوں نے مقامی مسجد میں کیا، جہاں پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ آپ نے قرب الٰہی کے موضوع پر گفتگو فرمائی اور آخر میں ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔

17 اپریل کی شام کو بارنسلے (Barnsley) میں ساتھیوں کیلئے ایک گھر میں خصوصی پروگرام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جہاں محترم بھائی جان کا استقبال بارنسلے (Barnsley) اور باٹلے (Batley) دونوں حلقہ ذکر کے ساتھیوں نے کیا۔ آپ نے ذاتی اصلاح اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کی ضرورت پر گفتگو فرمائی۔ آخر میں ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔

18 اپریل کو محترم بھائی جان نے بریڈفورڈ کے مرکز دارالعرفان میں جمعۃ المبارک کے موقع پر لوگوں کی کثیر تعداد سے خطاب فرمایا، مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ مقامی لوگوں کے ساتھ ساتھ احباب دوسرے شہروں سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے موضوع پر گفتگو فرمائی اور آخر میں ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔

19 اپریل کو بریڈفورڈ کے امیر محترم ایوب نے شمالی انگلینڈ کا ماہانہ اجتماع دارالعرفان بریڈفورڈ میں ترتیب دیا ہوا تھا۔ جس میں مقامی اور قریبی شہروں کے معروف علماء کو خصوصاً مدعو کیا گیا تھا۔ علماء کے علاوہ 100 کے قریب مرد اور عورتیں شامل ہوئیں۔ محترم بھائی جان ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی نے علماء کے ساتھ خصوصی نشست فرمائی اور ظاہری تعلیمات کے ساتھ برکات نبوی ﷺ کے حصول کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔

اس دوران آسٹریا کے ایک افغان ساتھی جن کو بھائی جان کے یورپ کے دورے کا پتہ دیر سے چلا جس پر وہ بے چین ہو گئے اور ملاقات کے لئے فیملی کے ساتھ برطانیہ تشریف لے آئے۔ وہ تقریباً ایک سال سے صاحب مجاز برطانیہ محترم ضمیر اعوان کے ساتھ فون پر رابطہ میں تھے اور فون پر ہی ذکر کر رہے تھے اللہ نے نہ صرف انہیں مراقبات عطا فرمائے بلکہ اہلیہ کو بھی لطائف نصیب ہوئے۔

20 اپریل کو محترم مہمان مانچسٹر تشریف لے گئے جہاں امیر مانچسٹر محترم محمد سلیم، اشفاق احمد اور ڈاکٹر عمران زکریا نے دوسرے بہت سے ساتھیوں اور ڈاکٹروں کی ایک جماعت کے ساتھ نواب ریسٹورنٹ میں استقبال کیا۔ نواب ریسٹورنٹ مانچسٹر کا ایک مشہور اور اعلیٰ ترین ریسٹورنٹ ہے۔ مقامی ساتھیوں کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی ساتھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جسکی وجہ سے عورتوں اور مردوں کے دونوں ہال over crowded تھے۔ بہت سے نئے لوگوں نے پروگرام میں شرکت کی۔ محترم بھائی جان نے پروگرام کے آخر میں لوگوں کو انفرادی وقت بھی دیا۔ ڈاکٹر عمران زکریا نے بہت سے ڈاکٹروں کی بھی ملاقات محترم بھائی جان سے کرائی۔

22 اپریل کو والسل (Walsall) کے امیر محترم ماجد حبیب نے ایک خصوصی پروگرام کا اہتمام مقامی مسجد ابوبکرؓ میں کیا۔ اس پروگرام میں محترم بھائی جان کا استقبال مسجد کے امام صاحب اور دوسرے معززین نے کیا۔ امام مسجد نے ہی محترم مہمان کا تعارف کروایا۔ محترم بھائی جان نے شیخ المکرم اور سلسلہ عالیہ کا تعارف اور تزکیہ نفس کی اہمیت پر ارشادات فرمائے۔

23 اپریل کو محترم ضمیر اعوان نے دارالعرفان برمنگھم میں علماء

کانفرنس کا اہتمام کیا ہوا تھا جس میں مختلف مکاتب فکر کے 20 کے قریب ممتاز علماء نے ناصرف محترم بھائی جان سے ملاقات کی بلکہ اپنی مساجد میں خطاب کی دعوت بھی دی۔ علماء سے بیان میں محترم بھائی جان نے شیخ المکرم کا بھرپور تعارف کروایا۔ اور پروگرام کے آخر میں علماء کرام کو انفرادی وقت بھی دیا۔ علماء کو الوداع کرتے ہوئے محترم بھائی جان نے ہر عالم دین کو کنوز دل اور ایک گفٹ پیک بھی عطا فرمایا۔

25 اپریل 2014 محترم ناظم اعلیٰ صاحب سکاٹ لینڈ کے ممتاز عالم دین مولانا منظور الزماں کی دعوت پر سکاٹ لینڈ (Scotland) تشریف لے گئے۔ ذکر کا اہتمام سکاٹ لینڈ کے امیر محترم مبشر کے گھر تھا۔ ذکر کے بعد کرکالڈی (Kirkcaldy) اسلامک سنٹر میں مولانا منظور الزماں کی دعوت پر محترم بھائی جان نے جمعۃ المبارک کا بیان فرمایا۔ آپ نے کیفیات قلبی کے حصول کی اہمیت پر زور دیا۔ آخر میں مولانا منظور الزماں نے حاضرین کے سامنے شیخ المکرم کا تعارف پیش کرتے ہوئے فرمایا آج کے دور میں اگر کسی نے مرد حق کی زیارت کرنا ہو تو وہ شیخ المکرم سے ملاقات کرے۔

26 اپریل کی شام پروگرام کا اہتمام ایسٹ لندن (East London) میں کیا گیا۔ محترم بھائی جان کا استقبال لندن کے امیر حافظ فرحان معراج اور مقامی احباب نے کیا۔ تقریب کا انعقاد ایک معروف ہال میں کیا گیا تھا۔ مقامی اور قریبی شہروں کے احباب کے علاوہ دیگر شعبہ ہائے زندگی اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھرپور شرکت کی۔ محترم بھائی جان نے طریقہ ذکر قلبی خفی کی افادیت اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ طریقہ ذکر دور حاضر میں کردار سازی اور تعمیر سیرت کیلئے ناصرف موثر ترین ہے بلکہ آج کے دور کی اشد ضرورت ہے۔ تقریباً 100 مرد و خواتین نے شرکت کی۔ محترم بھائی جان نے ذکر کے بعد ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی دیا۔

27 اپریل کو محترم بھائی جان دارالعرفان برمنگھم (Birmingham)۔ میں مرکزی اجتماع یوکے میں تشریف لائے۔ اس پروگرام میں تقریباً 150 مردوں اور 50 عورتوں کو شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مقامی ساتھیوں کے علاوہ ملک بھر کے مختلف شہروں سے ساتھی اس پروگرام میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم بھائی جان نے خطاب سے پہلے برمنگھم کے مقامی ساتھیوں کو ٹریننگ کورس لیول 1 پاس کرنے پر سرٹیفکیٹ عطا فرمائے۔ محترم مہمان نے ضرورت ذکر اور تزکیہ نفس کیلئے مجاہدہ کی ضرورت پر ارشادات فرمائے۔ پروگرام کے آخر میں مردوں کو انفرادی وقت عطا فرمایا اور عورتوں کے بھی سوالوں کے جواب عطا فرمائے۔

مرکزی اجتماع محترم مہمان کا اس سال کے مصروف ترین شیڈول کا یوکے میں آخری پروگرام تھا۔ جس تیزی سے وقت گذر رہا تھا اسی شدت سے یہ احساس زور پکڑ رہا تھا کہ ان بہاروں کہ لیے اب ایک سال انتظار کرنا ہوگا۔

دعوت سلسلہ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے ایک موقع پر محترم بھائی جان نے فرمایا، سلسلہ عالیہ کو اون (Own) کرو جس طرح تم کہتے ہو میرا بیٹا، میرے والد۔ آپ ان کو اون (Own) کرتے ہو اور دل و جاں سے انکی خدمت یا تربیت کی کوشش کرتے ہو۔ اسی طرح اللہ کو بھی اون (Own) کرو، میرے اللہ۔ نبی کریم ﷺ کو بھی اون (Own) کرو، میرے نبی ﷺ اسی طرح جب تک ہم سلسلہ عالیہ کو اون (Own) نہیں کریں گے بات نہیں بنے گی۔ بات آگے کرنے کے لئے جو اعتماد چاہیے وہ تب تک نہیں آئے گا جب تک سلسلہ عالیہ کو اون (Own) نہیں کریں گے۔

اس سارے سفر میں مشائخ کی توجہ کا ایک عجیب ہی عالم تھا، بارہا ساتھیوں کو کہتے سنا کہ ذکر میں کیفیات کا سمندر امنڈ آتا ہے۔ محترم بھائی جان شیخ المکرم مدظلہ العالی کو روزانہ اجتماعات اور پروگراموں کے متعلق آگاہ فرماتے۔ محترم بھائی جان 29 اپریل 2014 کو یوکے کا دورہ مکمل فرمانے کے بعد امریکہ روانہ ہو گئے۔

جانے سے ترے ختم ہوا جشن بہاراں

طب

قسط نمبر 2

سیب (Apple)

حکیم عبدالماجد اعوان سرگودھا

پیچش (زحیر): سیب بچوں میں حاد یا مزمن پیچش کے لیے مفید پایا گیا ہے پکا ہوا اور میٹھا سیب نیم کوفتہ کر کے دن میں 2 سے 4 چار چمچ عمر کے لحاظ سے بچوں کو کئی مرتبہ دینا چاہیے۔ سیب کا پیچش میں استعمال امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی طرف سے بہت پہلے ہی سفارش کیا گیا ہے۔

امراض معدہ: سیب کو کاٹ کر (نیم کوفتہ کر کے) شہد کے ساتھ ملا کر اچھی طرح چبا کر دن میں تین مرتبہ کھائیں۔ اس طرح سیب میں موجودہ Pectin معدہ میں حفاظتی تہہ بنانے میں مدد دیتی ہے۔ کیونکہ پیکٹن (Pectin) جاذب اور ملین خاصیت رکھتی ہے اگر نیم کوفتہ سیب شہد میں ملا کر اس پر تل چھڑک کر استعمال کریں تو مقوی معدہ اور مشتہی ہے اسے کھانے سے پہلے استعمال کریں تو ہاضم رطوبتوں کو تیز کرتا ہے۔ جس سے کھانا ہضم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

سردرد: سیب سردرد کی عام بیماریوں کے لیے مفید ہے سردرد کی صورت میں سیب کو چھیل کر بیج وغیرہ نکال کر تھوڑے سے نمک کے ساتھ سویرے نہار منہ کھانا سودمند ہے۔ اس طرح سیب کا استعمال ایک ہفتہ تک جاری رکھیں۔ پرانے اور شدید سردرد کا علاج ممکن ہے۔

امراض قلب: دل کے مریضوں کے لیے سیب کی خاص اہمیت ہے چونکہ سیب میں پوٹاشیم اور فاسفورس زیادہ اور سوڈیم قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں اس لیے دل کے عضلات کے لیے مقوی ہے زمانہ قدیم سے سیب اور شہد کا اکٹھا استعمال امراض دل کا بہترین علاج تصور کیا جاتا ہے کیلفورنیا یونیورسٹی سے ڈاکٹر الزبتھ برٹ کنیر کے مطابق ایسے لوگ جو پوٹاشیم کا استعمال زیادہ کرتے ہیں ان میں دل کے دورے سے بچنے کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ سیب چونکہ پوٹاشیم کا بہترین منبع ہے اس لیے دل کی بیماریوں کو رفع کرتا ہے۔

بلڈ فشار خون (ہائی بلڈ پریشر): سیب بلند فشار خون میں نہایت کارگر ہے اور بہت زیادہ پیشاب آور خاصیت کا حامل ہے۔ اس طرح پیشاب کے بار بار اور زیادہ مقدار میں خارج کرنے کی وجہ سے فشار خون کو معتدل رکھتا ہے یہ گردوں کو سوڈیم کلورائیڈ کی کم از کم مقدار مہیا کر کے افاقہ دیتا ہے۔ سیب میں موجودہ پوٹاشیم کی زیادہ مقدار عضلات میں سوڈیم کی مقدار کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

جوڑوں کے امراض: سیب جوڑوں کے درد اور امراض مفاصل کے خلاف ایک بہترین غذائی دوا سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور پر جب یہ بیماریاں یورک ایسڈ کے زہریلے مادوں سے پیدا ہوں سیب میں موجود میلک ایسڈ یورک ایسڈ کی تعدیل کر کے مرض کی شدت کو کم کرتا ہے۔ سیب کو ابال کر اس کی جیلی بنائیں اور اس سے Linament تیار کر کے درد کی جگہ (Rehumatic pain) مالش کرنے سے درد کی شدت میں کمی آتی ہے۔

خشک کھانسی: خشک کھانسی 250 گرام سیب روزانہ ایک ہفتہ کھانے سے خشک کھانسی کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

حصاۃ الکلیہ (گردے کی پتھری): سیب گردے میں پتھری بننے کے عمل کو روکتا ہے۔ ایسے ممالک جہاں پر اس کا جوس استعمال کیا جاتا ہے گردے کی پتھری کے امراض نہیں پائے جاتے۔ اچھی طرح پکا ہوا تازہ سیب کافی فائدہ مند ہے۔

امراض چشم: سیب کی چھلکے کا پانی آنکھوں کی سوزش کے لیے مفید ہے۔ چھلکے کے پانی کو تیار کرنا بہت آسان ہے۔ چھلکے کسی برتن میں رکھ کر پانی میں ڈال دیں اور پانی کو چند منٹوں کے لیے دھیمی آنچ پر ابال لیں۔ اس کے بعد پانی کو چھان کر اس میں تھوڑا سا شہد ملا لیں۔ بہت زیادہ پکے ہوئے سیب کا گودا دکھتی آنکھوں پر لگانے سے افاقہ ہوتا ہے۔ گودے کو بند آنکھوں کے اوپر رکھ کر کپڑے کی پٹی کی مدد سے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ لگانے سے آرام آ جاتا ہے۔

(جاری ہے)

need to be at a status where we are witnessing the events ourselves. However, we don't even have the capacity or worth of reaching the dust beneath the noble feet so it is best to stay quiet over it. This is not an issue of any cannonical law, or some issue upon which the actions of people are directly based. Hence, it is a matter between Allah (swt) and His beloved (SAWS); it is a matter of love between them, in their own privacy and reclusion. We respect the scholars on both sides, but my opinion is as stated above, that it is a matter between Allah (swt) and His beloved (SAWS), a private affair, not attended by anyone else. Then how can anyone give any opinion over it? So it is best to refrain from such a discussion.

The Quran, has stated many blessings and bounties of Jannah and these are also mentioned by Hadith. Having revealed so many bounties, Allah (swt) also says that nobody has ever seen or even imagined how these bounties and blessings of the Jannah are, in reality. For these are far too superior than one can even imagine. When we were in school our principal, who was a noble soul, would occasionally come to the morning assembly. Every day one of the students would address the assembly, so one day the principal addressed us in the morning assembly. He said that the bounties of Jannah are revealed repeatedly in Quran and Hadith but we cannot imagine how they actually are. Take the example of a person who lives in a jungle, who has never heard about, or seen a wheel, let alone that he has seen a car or a cycle. A person who is so utterly ignorant and is living far away from human civilization, can he understand or visualize the picture of a train accurately? If we told him that a train has a number of big saloons with cushioned seats and air conditioners and these saloons are hooked together and pulled by an engine, on a railway rack. Moreover the train has first, second and third class categories of saloons, so do you think inspite of deliberation will he be able to imagine the true form of a train? He will only imagine the mud houses he has seen and maybe these are tied together and put on a track somehow. This is exactly the case with the bounties of Jannah. Although Allah (swt) and His Prophet (SAWS) have narrated these at length, but only those will understand who will actually see them. If you sit here, and assess them, with your imagination, you will be like the aforementioned ignorant man. This was the Principal's address.

The Sufis too can err in making a judgement, however if one is blessed with the company of an accomplished Sheikh, then things become easy on this path. Otherwise one can be deceived. Hazrat Allah Yar Khan (RUA) would often narrate the story of a sufi (seeker of the sublime path) who offered his prayers of twenty years in such a manner that he felt Divine Presence. The splendour which he saw, he thought it was Divine presence. He said later, that after twenty years, he realized that the lights were descending upon his soul (Nafs) and he had in reality worshipped his own soul (Nafs) for twenty years. So he made up for the prayers by offering the prayers again for the entire period of twenty years. So, every seeker has his own experiences and his state cannot be presented as a pretext. We will have to give reasoning and pretexts from the Quran and Hadith only. The spiritual states experienced by any seeker can not become a pretext for others.

(To be continued)

Allah (swt) Himself, but a slight manifestation of His Grace and the mountain was reduced to debris. The poets opine that kohl (سُرمہ) is made from that mountain's dust, which is purely their idea. Allah (swt) has made everything individually with unique characteristics.

Prophet Moosa (AS) became eager to behold Divine Grace but Allah (swt) said it was impossible to behold Him (swt) in this temporal world. Here a question is often raised whether the Prophet Muhammad (SAWS) was granted this honour on the Night of Ascension (Meraj) or not. The scholars have two opinions over this. Some agree that the Prophet (SAWS) did see Allah (swt) on that night, while some of the very learned scholars deny it. Both sets of scholars have logical reasoning to support their stance. Those who do not agree that the Prophet (SAWS) saw Him (swt), take their logic from here, that it is impossible to behold Divine Grace.

However, I look at it in this way, that this discussion whether the Prophet (SAWS) was blessed with this honour or not should not be done, at all. However It is worth asking, that has any human being, from Prophet Adam (AS) to date, while being alive in this world, with his physical body, ever been to Jannah? Has any living being witnessed Hell? Has anybody with his physical body and etheral life, visited Barzakh, or travelled beyond Sidra-tul-Muntaha or as far as his Rabb took him? So, in my opinion this journey of the Prophet (SAWS), and Him (SAWS) beholding Divine Grace, cannot be weiged against logics of this worldly possibilities. This took place in another realm and He (SAWS) was blessed with as much as Allah (swt) wanted Him (SAWS) to be blessed. On that journey, the Prophet (SAWS) had gone with his (SAWS) physical body and worldly life and saw the state of Barzakh, saw Jannah and Hell. In fact the Prophet (SAWS) told that he heard the footsteps of certain people in Jannah and asked the Angel as to who were those people? He (SAWS) was told that the footsteps are of one of your Companions (RAU); now it is worth pondering that the Companion (RAU), at that time, was walking on land in this world, while his footsteps were heard in Jannah! In other words there are people who reside on this earth but live in Jannah!

So, if the Prophet (SAWS) saw Allah (swt) in that realm, why does it seem as an impossibility? After all, it is impossible for anybody with this physical body to visit Barzakh, witness Jannah and Hell (jahanum) or go beyond the grand Empyrean (Arsh-e-Azeem), but the Prophet (SAWS) went as far as Allah (swt) took him. Then why is it difficult to accept that he (SAWS) saw Allah's Grace too? The Companions (RAU) asked the Prophet (SAWS) as to whether they will behold Allah (swt) in Akhirah (آخرت)? He (SAWS) replied they would see Him (swt) just as they saw a full moon at night. In other words, every believer who will enter Jannah will behold Allah (swt), but the reality of this, one can only understand when one gets there. Matters related to Akhirah cannot be understood here. So if every believer will behold Allah (swt) in Akhirah, then why can't the Prophet (SAWS), who went to those heights with his noble body behold Allah (swt)? Why is it so difficult to accept? It is therefore advised, not to discuss this matter, as it is between Allah (swt) and His beloved (SAWS). We can only weigh things which we can hold and should not try to hold weights which can crush us as well. To accept or reject something, we

Question / Answers

Devine Refulgence and Beholding Allah (swt)

Translated speech of

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

Q.1: The sufi saints often speak of the manifestation of Allah's Refulgence (تجلیات ذاتیہ) but never say anything about beholding Him (swt). Please elaborate upon the difference between beholding Divine Refulgence (تجلیات ذاتیہ) and Allah (swt) himself?

Ans. This is a good question. In this physical world human eye or vision is not equipped with the capacity to behold Allha (swt). Whether it is the physical eye or the insight of the heart, both cannot behold the Divine Grace. This can be best understood by the story of Hazrat Moosa (AS). Hazrat Moosa (AS) was an exalted Prophet (AS), who was blessed with the honour of conversing with Allah (swt) directly.(وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء: 164

His Rabb talked to him (AS) and he (AS) listened to his Rabb indeed. This audibility was not merely, for the ears, rather each and every cell of his (AS) noble body would hear the speech. This was explained by Hazrat Allah Yar Khan (RA), that when Hazrat Moosa (AS) was granted the capacity to hear Allah's Words, then the entire cells of his (AS) being, would hear the Words, not only his (AS) ears. The ears are meant to hear physical sound, and now that he (AS) was blessed with listening to Allah's Words, it meant that he (AS) was to experience, the reflection of the Personage (swt) addressing him (AS). The speech brings along a reflection of the Splendour of the Speaker (swt); the beauty of the speech, and it's perfection in the choice of words and expression.

Today, if we read the Quran with this perspective, we can in our own capacity imagine how Prophet Moosa (AS) must have experienced the joy of being addressed by Allah (swt). Hence it is obvious that this made him (AS) yearn to behold Allah (swt) himself. He (AS) requested (رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (الاعراف: 143 "I wish to behold You (swt)!" When I listen to You (swt) the pleasure of Your speech overwhelms me and I forget everything else, so it would be so wonderful if I could behold You (swt). If only I could see Your (swt) Divine Grace! Allah (swt) said (لَنْ تَرٰىنِیْ) , "You (AS) can not behold Me (swt)", as no physical eye or material body has the power to do so in this temporal world,. It has not been equipped with the power to see Allah (swt) or behold His (swt) Grace! "However if you (AS) insist, just keep your (AS) eyes on the mountain and see what happens," (وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ) . So, (فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ) when Allha (swt) cast a reflection of His (Swt) Refulgence upon the mountain (جَعَلَهٗ دَكًّا) it blasted the mountain to fragments. The exegetical scholars say that the Refulgence (تجلّی) was very small in intensity, as small as one can imagine Some of the scholars have compared it to the tip of a needle to express how small it was. While the mountain fell apart, Prophet Moosa (AS) (وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا) fainted, as well. Whareas the Refulgence was not

a Light that lights up the Qalb. You can do the Maraqbah and see for yourself, the Pristine Anwaar will start descending on you. This is the weapon that our Lord has bestowed on us. The interpreters of the Hadees call one Hadees as fabricated/concocted, while the Sufis call it authentic. And the Sufis call one Hadees as fabricated, while the scholars of the external religious knowledge call it authentic. The reason is that Hadees contains the Anwaraat of the Holy Prophet-(saws).When a Hadees is read, green coloured lights can be seen radiating from the words of the Hadees, but if a fabricated Hadees is read, then instead of lights it emits darkness.

The confirmation or repudiation (of a Hadees) by the Sufis is based on the observation of (these) lights, while the Ulama's impartial scrutiny and justification is based on Asma' ar Rijal (a comprehensive List of the Narrators of Hadees.(Although Kashf is not absolutely authentic however,) (the principles of) scrutiny and justification are also found among the Mohaddiseen (The Hadees Scholars.)Even the highest Scholars of Hadees had to acknowledge (the presence/observation of) these lights, as stated on pages 120-140 of Sahih Muslim.

The rite for the bathing of my mother's body is about to begin. The bathers have arrived. I close now.

Wassalaam.

The insignificant(Allah Yar Khan).

That Great and Gracious Personality

A brief mention of Hazrat Ji-rua's honourable and gracious mother has been made previously in the initial chapters. Here we mention her again for the sake of auspiciousness

The name of Hazrat Ji-rua's honourable mother was 'Alam Khatoon. After the death of his father, she very ably carried out, not just the responsibilities of farming the land and those of her household, but she also paid full attention to Hazrat Ji-rua's upbringing. Overcoming the difficult days of her widowhood, she lived in the hope that her son would grow up and one day take over these responsibilities, but when this time approached, Hazrat Ji-(rua) requested her blessing to depart for his education. Not only were the responsibilities of the lands and household duties heavy on this honourable lady, but separation from her beloved son was also a cause of distress to her. All the same, she patiently bore her load and with all her blessings sent her son away to gain the knowledge he was seeking. Many years later when Hazrat Ji-rua returned, his marriage took place. This should have been a blissfully happy period, but after some time his lady wife passed away. Hazrat Ji-(rua) again requested leave from his mother, this time for acquiring Sulook, so the great Lady took over the responsibilities of bringing up Hazrat Ji-rua's three young children on herself and once again graciously and readily gave Hazrat Ji rua her blessings to depart. Hazrat Ji-rua spent years at Langar Makhdoom and it was only due to the sacrifices of his mother that he remained free from all

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا (الاحزاب)

And remember, that which is recited in your houses, of the Verses of Allah and al Hikmah).al Ahzab: 34)

It is thus known that, Hikmah is something, other than the Ayaat of Allah s w t, which is read/recited. Since the words of the Hadees are not from Allah s w t, therefore, reading /reciting the Hadees in Salah will render it invalid, because Hadees is not Wahi Matlu or Wahi Maqru(a Revelation that is read and recited, like the Holy Quran; (instead, it is a Revelation that is Wahi Ghair Matlu and Wahi Ghair Maqru (non-recite-able and non-readable Revelation .(For this reason, the Quran is referred to as the Manifest, Readable and Recite-able Revelation and the Hadees as the Hidden and Concealed Revelation.

Now ask them! Will a Salah be valid with the recitation of the Urdu words being interpreted as the Quran

Know it well! The heretics have devised this plot to modify the Quran and render it unreliable. This was a conspiracy by the British. When the actual words are removed and only an Urdu or English translation remains, then everyone will be free to tamper with the translation, at will. Who can then question the translation when the original words of the Quran are not present; the evidence of the reliability of the Speaker (Allah swt) was represented by the Words of the Holy Quran, which have since been removed. Allah(swt) Forbid!

The interpolators who destroyed and restructured the Torah, Gospel and the Psalms are referred to as donkeys by the Quran. The reason was the same that, the original words of the Heavenly books: The Torah, Gospel and Psalms, were in Hebrew or Syriac, which were replaced. When the original Heavenly Books disappeared from the world, the Deen contained in them also disappeared.

Understand this fully! The Awe, Respect, Greatness and Reverence of Allah (swt), Who is the Speaker of the Quranic words, is reflected in every word of the Quran. The effect that a reader's heart and mind undergoes, and the feeling of Respect and Reverence of Allah(swt) that reverberate throughout his body are enclosed only in the words of the Quran. You can translate these words in any language you like, but they will not transmit these feelings.

The purpose of the recitation of the Quran is to develop the feeling of the Greatness and Awe of The Almighty in the heart. This cannot be found in any of the worldly languages. Now pay attention to what I have to say further.

Hazrat Ibn Abbas (rau) relates in a Hadees Sharif that the Holy Prophet (saws) stated that each letter of the Quran Kareem has ten rewards attached to it. Hazrat Ibn Abbas(rau) further said that ALM(Alif, Laam, Meem) is not one letter but three letters, therefore there are thirty rewards attached to ALM. This effect is in the Quranic words only. Where can that be found in an Urdu translation

Furthermore, the Sufis maintain that the recitation of Quranic words produces

Hayat-e-Javidan Chapter 23

A Life Eternal(Translation)

FromPreviousMonth

Repudiation of Pervaiziyat

The Fitnah of Pervaiziyat had reached its peak in 1966,under the aegis of governmental patronage. This school of thought propounded an insolent innovation against Salah and the Holy Quran. It audaciously advocated that the Holy Quran, instead of being rote-learnt and recited in Arabic, should be read in one's own language for the meanings to be easily understood. To propagate this contemptible idea, copies of 'N o o r a n i Q u r a n ' printed in Gujrat, were being distributed throughout the length and breadth of the country. Hafiz Ghulam Qadri apprised Hazrat Ji-rua of this fact in a letter. Hazrat Ji-rua wrote the reply to this letter under difficult circumstances that the body of his honourable mother was lying at home awaiting burial, but the sense of honour and respect for the Holy Quran did not allow him to delay the reply even for a single day.

Hazrat Ji-rua's letter is reproduced here for the readers' perusal, which apart from providing ample literary evidence, displays Hazrat Ji-rua's intense religious fervour and devotion, bordering on passion, to fulfil his responsibility towards establishment of the Deen.

I am weak due to my illness my mother passed away at night and her body has not yet been bathed, but due to my inviolable sense of honour for the Holy Quran I am sitting and replying your letter.

The Issue: The Quranic translations that are published exclusively in Urdu or English should not be called'The Quran.' The sources and means are also bracketed with the objectives. This has been established long ago by a Fatwa of the Deobandi Ulama. Even Maulana Thanvi, in one of his articles published in Al-Ibqa'a in November 1965,has decreed their purchase as Haraam(forbidden.)

Now listen carefully. The difference between the Quran and Hadees is only in their words. The words of the Quran and their meaning were revealed from Allah (swt) to the Messenger(saws) There is a difference of opinion about the words of the Hadees: whether the words of the Hadees are those of the Holy Prophet-saws or of Jibreel-as. The Hadees was revealed to the Qalb of the Holy Prophet-saws in the same manner as the Quran was revealed to the Qalb of the Holy Prophet (s a w s) the Quran describes it (the Hadees(by the word 'Hikmah)'wisdom.(Allah swt says:

ماہنامہ المرشد

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللهِ حَتَّى يَقُولُوا مَجْنُونٌ

(رواہ احمد و ابو یعلی و ابن حبان)

Hazrat Abu Seead Khazari (RAU) narrates that Porpeht (SAWS) Said
"Practise Zikr so excessively that people may regard you as mad"

Rabi-ul-sani 1436H

February 2015

This belief in the Unseen (Allah SWT) takes its roots only when qalb (subtle heart) has some spiritual connection with the Holy Prophet (SAWS).

Al-Sheikh Ameer Muhammad Akram Awan (MZA)

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فورا سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255